جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالم ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

جولائی

۱۹۹۸ء

ربیع الاول

۱۴۱۹ھ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

اقوالِ زرّیں

۱۔ جس بات کو لوگوں کی عقل نہ پہنچے وہ اُن سے کہو گے تو بعض کے لیے فتنہ ہو گی۔ الحدیث

۲۔ تین چیزیں پہلی باتوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ۱۔ اسلام ۲۔ حج ۳۔ ہجرت۔ الحدیث

۳۔ دُنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت۔ الحدیث

۴۔ ابن آدم میرا مال میرا مال کہتا ہے مگر اے ابن آدم تیرا مال صرف وہ ہے جسے تُو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ دے کر ساتھ لے گیا۔

۵۔ مجلس کی باتیں امانت ہیں۔ الحدیث۔

۶۔ دُنیا کی محبّت دل کا اندھیرا ہے اور دین کی محبّت دِل کا نُور ہے۔ فرمان حضرت عثمان غنی رضؓ۔

۷۔ کسی کا دل نہ دکھاؤ اس کے آنسو تمہارے لیے سزا بن جائیں گے۔ الحدیث۔

۸۔ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تُو کسی مُسلمان بھائی کا دل خوش کرے۔ الحدیث۔

۹۔ زیادہ ہنسنے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ الحدیث

۱۰۔ غنی وہ ہے جس کا دل اللہ کے سوا ہر چیز سے خالی ہو۔ حضرت علی ہجویریؒ۔

۱۱۔ بہترین کمال ادب ہے اور افضل ترین عبادت خیرات ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔ سب سے بڑی مصیبت، مصیبت میں گھبرانا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۱۳۔ احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور دانا کی زبان اُس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔ حضرت علی رضؓ

۱۴۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ جلد باز نقصان نہ اُٹھائے۔ اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ صبر کرنے والے کامیاب نہ ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۱۵۔ نیکی پر غرور کرنا نیکی کا اجر ضائع کر دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۱۶۔ ہر ایک چیز کی زکوٰۃ ہے اور عقل کی زکوٰۃ یہ ہے کہ نادانوں کی بات پر تحمّل کیا جائے۔ حضرت علی رضؓ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماهنامه

انوارِ مدینہ

جلد : ٦ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ ـ جولائی ۱۹۹۸ء شمارہ : ۱۰

مدیر

سیّد محمود میاں

مُدرّس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ـ ـ ـ ـ ـ سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی " ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ٦ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۱٦ ڈالر

برطانیہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۲۰ ڈالر

◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ

ماہ . . . سے آپ کی مُدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۷۷۲۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶

فیکس نمبر ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲

◯

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳
درسِ حدیث ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ۔۔۔۔۔ ۸
زندگی (نعت) ۔۔۔۔۔ سیّد امین گیلانی صاحب ۔۔۔۔۔ ۱۴
اسلام اور فریضۂ تبلیغ ۔۔۔۔۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ۔۔۔۔۔ ۱۵
وقت کا اہم تقاضا ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب ۔۔۔۔۔ ۲۳
راعی اور رعایا کے حقوق ۔۔۔۔۔ مولانا سیّد محمود میاں صاحب ۔۔۔۔۔ ۲۹
میرے حضرت میرا جامعہ ۔۔۔۔۔ مولانا میاں عبدالرحمن صاحب ۔۔۔۔۔ ۳۶
سیّدنا عمرؓ کا قبولِ اسلام ۔۔۔۔۔ حکیم محمود احمد ظفر صاحب ۔۔۔۔۔ ۴۰
جاوید احمد غامدی کے افکار و نظریات ۔۔۔۔۔ مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ۔۔۔۔۔ ۴۶
حاصلِ مطالعہ ۔۔۔۔۔ مولانا نعیم الدّین صاحب ۔۔۔۔۔ ۵۵
تقریظ و تنقید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۹

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

۱۱ر اور ۱۳ر مئی کو بالترتیب بھارت کے تین اور دو غیر متوقع اور بلاجواز ایٹمی دھماکوں نے دُنیا پر اس کے جارحانہ عزائم کی قلعی کھول دی دھماکوں کے فوراً بعد پاکستان کے خلاف ہندوستانی لیڈروں کے رویہ میں بھی نمایاں فرق آگیا اور اُنھوں نے پاکستان کے خلاف دھمکی آمیز بیانات کا سلسلہ شروع کر دیا اور حالات اس قدر خراب ہو گئے تھے کہ ایسا لگا کہ ہندوستان کسی بھی وقت پاکستان پر حملہ کر دے گا۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد دوسری بار پوری قوم ذہنی طور پر ایک دباؤ میں آگئی ملکی حالات نے ایسا نازک موڑ اختیار کیا کہ پاکستانی قوم من حیث القوم پہلی بار سنجیدہ نظر آئی اور یک زبان قوم نے وہ فیصلہ کیا جو کسی مسلم قوم کو کرنا چاہیے اور وہ وہی فیصلہ ہے جس کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے حتمی ضابطہ قرار دیا قرآنی ضابطہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں" اور ان سے لڑائی کے لیے جو کچھ قوت اور پلے ہوئے گھوڑے جمع کر کے تیاری کر سکتے ہو کرو تاکہ اس کے ذریعہ اللہ کے دُشمنوں اور تمہارے دُشمنوں پر دھاک بیٹھ جائے اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی، جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہاری حق تلفی نہ کی جائے گی۔" (پ۱۰ ع۴) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین تحریر فرماتے ہیں "خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے۔ نہیں، مسلمانوں

پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامانِ جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا، سامانِ جہاد تھا۔ آج بندوق توپ ہوائی جہاز آبدوز کشتیاں آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامانِ جہاد ہے اسی طرح آئندہ جو اسلحہ اور آلاتِ حرب وضرب تیار ہوں وہ سب آیت کے منشاء میں داخل ہیں"۔

اس موقع پر اللہ کی مدد شاملِ حال رہی پوری قوم نے ایک ہی مطالبہ کیا کہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس سے دشمن مرعوب ہو جائے جوں جوں وقت گزرتا گیا حکومت پر عوامی دباؤ میں شدت آتی چلی گئی بالآخر ۲۸ مئی کا وہ دن بھی آگیا کہ پاکستان نے ہندوستان کے پانچ ایٹمی دھماکوں کے جواب میں پانچ ایٹمی دھماکے کر ڈالے۔ پاکستان کیا پورا عالمِ اسلام خوشی سے جھوم اٹھا اور خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ ریز ہو کر شکر بجا لایا۔ شیرینی تقسیم کی گئی۔ عالمی سطح پر مسلمانوں نے ایک دوسرے کو اتنے بڑے پیمانے پر تہنیت پیش کی کہ جس کی مثال پیش کرنی مشکل ہے دو دن بعد ۳۰ مئی کو پاکستان نے چھٹا ایٹمی دھماکہ کیا کفر کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ بھارت اسرائیل بالخصوص دس ہزار میل کے فاصلہ پر مسلمانوں کے بدترین صلیبی دشمن اور رائس الکفر امریکہ کو سانپ سونگھ گیا۔ کفر کے اندازے تار تار ہو گئے اور پاکستان کو مسلم دنیا کی پہلی ایٹمی قوت بننے کا اعزاز حاصل ہو گیا فللہ الحمد وَلہُ الشکر خدا کرے کہ باقی اُمّت مسلمہ بھی پاکستان کی تقلید کرتے ہوئے قدم بڑھائے اور ایٹمی قوت اور میزائیل پاور کے حصول کی کوشش تیز تر کرے تاکہ پاکستان کے ایٹمی قوت بننے کی وجہ سے کفر کے غیظ و غضب میں جو اضافہ ہوا ہے اور عرصے سے صلیبی جنگوں کی تیاری میں مصروف عیسائی ملکوں کے خلاف سب مل کر کارروائی کر سکیں۔ اس کامیابی کا سہارا اپنی اپنی خدمات کے بقدر موجودہ حکومت سابقہ حکومتیں حزب مخالف اور بالخصوص ان فوجی اور سائنسی اداروں کے سر ہے جن کے افراد نے اپنی زندگیوں کو اس خدمت کے لیے وقف کر دیا اور اللہ کی مدد سے بالآخر یہ عظیم کارنامہ انجام دیا فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرا

جوابی ایٹمی دھماکوں کے بعد جبکہ پاکستان ایٹمی میدان میں بھارت کے برابر یا برتر پوزیشن

حاصل کر چکا ہے۔ بھارتی قائدین کے رویّہ میں بھی نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ۔ جارحانہ بیانات اور جنگ کی دھمکیوں کی جگہ صلح و آشتی کے بیانات آنا شروع ہوگئے۔ متنازع مسائل پر مذاکرات کی پیش کش کی جانے لگی اور یوں خداتی حکم پر عمل کے فوری اور ابتدائی فوائد ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔ دوسری طرف قدرتی طور پر ہر پاکستانی کے ذہن میں اعتماد کے ساتھ ساتھ ایک قسم کا احساس برتری پیدا ہوگیا جو کہ ایک حد تک مسلمان میں ہونا بھی چاہیے بلکہ باعزّت زندگی گزارنے کے لیے اس کو برقرار رکھنا بھی ضروری ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو عزّت عطا فرمائی اور چڑھائی کرتے کُفر کو لگام دے کر صلح پر مائل کر دیا تو ہمیں کیا کرنا چاہیے صلح پر آمادہ ہو جانا چاہیے یا اعلانِ جہاد کر دینا چاہیے اس سلسلہ میں بھی مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے واضح ہدایات ذکر فرمائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور اگر وہ جھکیں صُلح کی طرف تو آپ بھی جھک جائیں اسی طرف اور بھروسہ کریں اللہ پر بے شک وہی ہے سُننے والا جاننے والا" (پ۱۰ ع۴)

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مسلمانوں کی تیاری اور مجاہدانہ قربانیوں کو دیکھ کر بہت ممکن ہے کہ کُفّار مرعوب ہوکر صُلح و آشتی کے خواستگار ہوں تو آپ کو ارشاد ہے کہ حسبِ صوابدید آپ بھی صُلح کا ہاتھ بڑھاویں کیونکہ جہاد سے خونریزی نہیں اعلائے کلمۃ اللہ اور دفع فتنہ مقصود ہے۔ اگر بدون خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہو سکے تو خواہی نخواہی خون بہانے کی کیا حاجت ہے۔ اگر یہ احتمال ہو کہ شاید کُفّار صلح کے پردہ میں ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو کچھ پروا نہ کیجیے اللہ پر بھروسہ رکھیے وہ اُن کی نیتوں کو جاننا اور ان کے اندرونی مشوروں کو سُنتا ہے اس کی حمایت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکے گی۔ آپ اپنی نیت صاف رکھیے۔"

اسی سلسلہ میں قرآنی آیات ہماری مزید راہنمائی کرتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"اللہ کے نزدیک سب جانداروں میں بدتر وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لاتے جن سے آپ نے معاہدہ کیا ہے ان میں سے، پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑتے ہیں اور نہیں ڈرتے سو اگر کبھی آپ ان کو لڑائی میں پائیں تو ان کو ایسی سزا دیں کہ ان کی بعد میں آنے

والی نسلیں بھی بھاگ کھڑی ہوں تاکہ ان کو عبرت ہو اور عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ کر سکیں) اور اگر آپ کو ڈر ہو کسی قوم سے عہد شکنی کا تو پھینک دیں اُن کا عہد اُن کی طرف ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر بے شک اللہ کو دغا باز پسند نہیں ہیں۔(پ۱۰ ع ۳)

حضرت مولانا عثمانیؒ ان آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں . . . .

. . . "اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں یہود بنی قریظہ وغیرہ کی یہی خصلت تھی آپ سے عہد کر لیتے کہ ہم مُشرکینِ مکّہ کو مدد نہ دیں گے پھر ان کی امداد کرتے اور کہہ دیتے کہ ہم کو عہد یاد نہ رہا تھا بار بار ایسا ہی کرتے تھے . . . . اگر یہ دغا باز غدار معاہدوں کو اعلانیہ پسِ پشت ڈال کر آپ کے مقابل میدانِ جنگ میں آجائیں تو اُن کو ایسی سخت سزا دیجیے جسے دیکھ کر ان کے پیچھے رہنے والے یا ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں اور عہد شکنی کی کبھی جُرأت نہ کر سکیں اور اگر ایک قوم نے اعلانیہ دغا بازی نہیں کی۔ ہاں آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہے تو آپ کو اجازت ہے کہ مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں اور معاہدہ سے دست برداری کی اطلاع کر کے مناسب کارروائی کریں تاکہ فریقین پچھلے معاہدات کی نسبت شک و اشتباہ میں نہ رہیں دونوں مساویانہ طور پر آگاہ و بیدار ہو کر اپنی تیاری اور حفاظت میں مشغول ہوں۔ آپ کی جانب سے کوئی چوری اور خیانت نہ ہو سب معاملہ صاف صاف ہو۔ حق تعالیٰ خیانت کی کارروائی کو خواہ کُفّار کے ساتھ ہو پسند نہیں کرتا۔"

کُفّار کے ساتھ لڑائی، مذاکرات، معاہدات، مصلحتیں، بوقت ضرورت معاہدہ توڑنا اور اس کے طریقے اللہ تعالیٰ نے خوب کھول کھول کر بیان فرما دیے۔ یہ فوجی اور سیاسی بین الاقوامی ضابطے ہمارے لیے مشعل ہیں اگر ہم ان قرآنی قواعد کی پیروی کرتے رہے تو انشاء اللہ کامیابی مُسلمانوں کے قدم چُومے گی۔

ایک اہم چیز جس کی طرف توجہ ضروری ہے یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر مُسلمانوں کے اصل دُشمن عیسائی اور یہودی ہیں۔ دُنیا بھر میں مُسلمانوں کے خلاف ہونے والی ہر سطح کی تخریب کے پیچھے صیہونی اور صلیبی عزائم کارفرما ہوتے ہیں لہٰذا بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے

کہ کافی پہلے سے غیر محسوس طور پر صلیبی جنگوں کا آغاز ہو چکا ہے جس کو اب محسوس کیا جانے لگا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو سیاسی اور عسکری قوت کی منصوبہ بندی کرتے وقت صیہونی اور صلیبی عزائم پیشِ نظر رہنے چاہییں۔ یہی عزائم ہندو کے پشت پناہ ہیں ورنہ اس کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ تھی جس دن صلیبی اور صیہونی قوتیں زیر ہوں گی اسی دن ہندو سازشیں بھی ہمت ہار جائیں گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اصل دشمن کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین

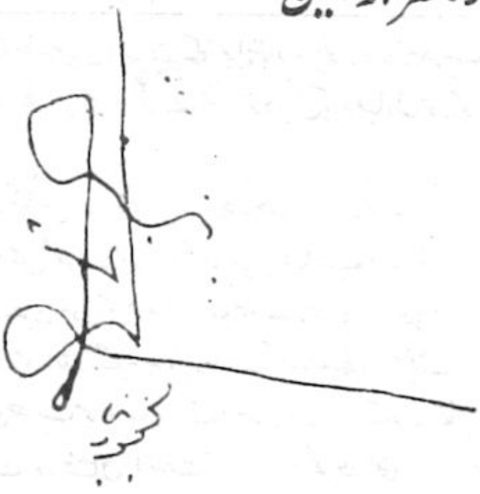

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۲۲ سائیڈ اے ۱-۷-۱۹۸۳ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اقْرَءُوا الْمُنْجِيَةَ وَهِيَ الٓمٓ تَنْزِيْلُ فَاِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيْرَ الْخَطَايَا فَنَشَرَتْ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهٗ فَاِنَّهٗ كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِيْ فَشَفَّعَهَا الرَّبُّ تَعَالٰى فِيْهِ وَقَالَ اكْتُبُوْا لَهٗ بِكُلِّ خَطِيْئَةٍ حَسَنَةً وَّارْفَعُوْا لَهٗ دَرَجَةً وَقَالَ اَيْضًا اِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَاِنْ لَّمْ اَكُنْ مِنْ كِتَابِكَ فَامْحُنِيْ عَنْهُ وَاِنَّهَا تَكُوْنُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهٗ فَتَمْنَعُهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَالَ فِيْ تَبَارَكَ مِثْلَهٗ وَكَانَ خَالِدٌ لَا يَبِيْتُ حَتّٰى يَقْرَأَهُمَا وَقَالَ طَاؤُسٌ فُضِّلَتَا عَلٰى كُلِّ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ بِسِتِّيْنَ

حَسَنَۃً [1]

حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے اُنھوں نے فرمایا (رات کے ابتدائی حصّہ میں) اس سورت کو پڑھا کرو جو (قبر و حشر کے) عذاب سے نجات دینے والی ہے اور وہ سورۃ الم تنزیل ہے کیونکہ (صحابہ سے) مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص یہی سورت پڑھا کرتا تھا اور اس سورت کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا (یعنی اُس نے اس سورت کے علاوہ اور کسی چیز کو وِرد قرار نہیں دیا تھا) اور وہ شخص بہت زیادہ گنہگار تھا، چنانچہ (جب اُس شخص کا انتقال ہُوا تو) اس سورت نے اس پر اپنے بازو پھیلا دیئے اور فریاد کی "اے میرے پروردگار! اس شخص کی بخشش فرما کیونکہ یہ مجھے بہت زیادہ پڑھا کرتا تھا" حق تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں اس سورۃ کی شفاعت قبول فرمائی اور (فرشتوں کو) حکم دیا کہ (اس کے نامۂ اعمال میں) اس کے ہر گناہ کے بدلہ نیکی لکھ دو اور اس کے درجات بلند کر دو حضرت خالد رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے کہ بے شک یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ: الٰہی اگر میں تیری کتاب (قرآن کریم) میں سے ہوں تو اِس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور اگر (بفرضِ محال) میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اس میں سے مٹا دے" نیز حضرت خالدؒ نے فرمایا یہ سورۃ (قبر میں) ایک پرندہ کی مانند آتی ہے اور اس پر اپنے بازو پھیلا کر اس کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) شفاعت کرتی ہے۔ حضرت خالدؒ نے سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک کے بارے میں بھی یہی فرمایا ہے (کہ اس سورۃ کی بھی یہی تاثیر اور برکت ہے) حضرت خالد رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ یہ دونوں سورتیں پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ان دونوں سورتوں کو قرآنِ کریم کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیوں کے ساتھ فضیلت بخشی گئی ہے"

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹

میں یہ عرض کررہا تھا کہ حدیثوں میں یہ مضمون آتا ہے کہ فلاں عمل نے اللہ کے یہاں فلاں شکل اختیار کرلی اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ جیسے ہم یہاں دُنیا میں فلم تیّار کرنے لگے ہیں جس میں بولتا ہے آدمی چلتا ہے پھرتا ہے۔ تمام کام کرکے دکھاتا ہے۔ حالانکہ وہ تصویروں کا مجموعہ ہے اور آواز ٹیپ ہے حقیقۃً وہ آدمی نہیں ہے نہ وہ چل رہا ہے نہ وہ پھر رہا ہے نہ وہ بول رہا ہے اور دس دفعہ دہرائیں گے دس دفعہ وہی شکل بنے گی، تو اب یہ انسان کا جو عمل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوام کی شکل عطا فرما دیتے ہیں جیسے آدمی نے وضو کیا اُس کا فلم بنایا جائے نماز پڑھی اُس کی فلم بنالی جائے اللہ کے یہاں ایسے تمام عمل جتنے بھی ہیں سب کی (فلم) خود بخود تیّار ہے پہلے سے ہے اُس کے مطابق یہاں ہورہا ہے، پھر اور آگے وہی ہوگا جو پہلے سے تھا۔

یہ جو عمل ہیں ہمارے روزمرّہ کے دُنیا کے کام یہ بےکار نہیں جاتے ان کی شکل ہوتی ہے۔ متشکل ہوجاتے ہیں اور یہ ہمیں کام (اور فائدہ) دیتے ہیں جیسے کہ میں نے عرض کیا تھا کہ کلمۂ طیّبہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا جو حصّہ ہے اُس کے بارے میں فضیلت آتی ہے جو پڑھتا ہے اِس کو تو اللہ تعالیٰ اُس سے ایک جانور پیدا فرما دیتے ہیں جو عرشِ الٰہی کے قریب گھومتا ہے اور دعا کرتا ہے اپنے پڑھنے والے کے لیے کہ تو اِس کی بخشش فرمادے۔

اور میں نے عرض کیا تھا کہ قبر میں جب آدمی دفن ہوتا ہے تو آدمی کو ایک شکل نظر آتی ہے وہ اُسے دیکھتا ہے کہتا ہے کہ تیرے سے میرا جی خوش ہورہا ہے۔ اُنس محسوس کررہا ہوں وہ کہتی ہے کہ میں تیرا عمل ہوں تیرے ساتھ رہوں گی اسی طرح وحشت ناک شکل بھی نظر آتی ہے اور اُس سے کہتا ہے کہ تجھے دیکھ کر مجھے وحشت ہورہی ہے وہ کہے گی میں تیرا عمل ہوں۔ تیرے ساتھ رہوں گا۔

اور عمل کا شکل بن جانا (یہ کتاب وسُنّت میں) آیا ہے۔ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جو بُخل کیا ہے قیامت کے دن وہ گردن میں طوق بنا دیا جائے گا۔

جو زکوٰۃ نہیں دیتا اُس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مال کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔ اَنَا مَالُکَ میں تیرا مال ہوں اور وہ سانپ اُسے ڈستا رہے گا، مارتا رہے گا، مُنہ مار کر کاٹتا رہے گا۔ تو شُجَاعًا اَقْرَعَ یعنی گنجے قسم کا سانپ بنا کر ڈال دیا جاتے گا گردن میں وہ عمل ہوگا سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وہ سوال کا جواب بھی دے گا اور وہ اُس

سے چھٹکارا نہیں پا سکے گا۔ جیسے کوئی چیز کہیں نکل آئے۔ آدمی کے بھڑیہ تو تکلیف دیتی ہے چھٹکارا نہیں پا سکتا اُس سے وہ تو خود بخود پکے گی بڑھے گی پھُوٹے گی جو تکلیف ہونی ہے وہ ہوگی، اسی طریقہ پر یہ سانپ یا کوئی چیز ہے جو اُس کی گردن میں ہوگی اُس دن، اُس سے وہ چھٹکارا نہیں پا سکے گا۔ تاوقتیکہ اللہ ہی اُس کو نجات دے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے تو جو عمل اُس کا قبر میں سامنے آئیگا ہوسکتا ہے کہ وہ کسی جانور کی شکل میں ہو جس سے وہ ڈرتا ہو یا اور کسی ایسی ہی شکل میں ہو جس سے اُسے وحشت ہوتی ہو وہی سامنے آئے اور وہ کہے میں ساتھ ہی رہوں گا تو تکلیف بھی پہنچاتا رہے گا۔ سامنے بھی رہے گا تو آدمی کا بُرا حال ہوتا ہے اور ایسی جگہ جہاں دوسرا کوئی ہو ہی نہ سرے سے سوائے اللہ کی ذات کے تو وہ جگہ تو بہت وحشت کی جگہ ہے۔

حدیث شریف میں ایسے اعمال بتائے گئے کہ جن میں اللہ تعالیٰ اُن کو اچھی شکل دیتے ہیں یا مددگار بنا دیتے ہیں مثال کے طور پر یہاں حدیث شریف میں آتا ہے کہ الم تنزیل السجدۃ ایک شخص پڑھا کرتا تھا اور بہت زیادہ پڑھتا تھا۔ بہت پسند تھی اُسے یہ سُورت تلاوت بکثرت کرتا تھا وَكَانَ كَثِيْرَ الْخَطَايَا گناہ بھی تھے اُس کے، بہت تھے گناہ فَنَشَرَتْ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ معلوم ہوتا ہے اُسے شکل دے دی گئی کسی پرندے کی کہ اُس نے اِس کے اُوپر اپنے پر پھیلا لیے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ سے رَبِّ اغْفِرْ لَهٗ فَاِنَّهٗ كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِيْ خُداوندا تو اِس کو معاف فرما دے کیونکہ یہ مجھے زیادہ پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی شفاعت قبول فرما لی اور جب اللہ تعالیٰ نوازتے ہیں تو پھر اُس کی عجیب شان ہے نوازشوں کی اُس سے فرمایا کہ جو گناہ تھے اُس کے اُن گناہوں کے بدلے نیکیاں کر دیں لکھ دیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ تُجَادِلُ عَنْ صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ یہ قبر میں اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ اگر میں تیری کتاب میں نہیں ہوں تو مجھے کتاب سے اپنی مٹا دے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ طیر جیسی ہوتی ہے پرندے کی سی شکل اس کی بن جاتی ہے وَتَجْعَلُ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهٗ فَتَمْنَعُهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ شفاعت کرتی ہے اس کے لیے اور عذابِ قبر سے روک دیتی ہے۔ وَقَالَ فِيْ تَبَارَكَ مِثْلَهٗ، تبارک الذی بیدہ الملک جو سُورت ہے اِس کے بارے میں بھی اِسی طرح سے فرمایا۔

آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابی وہ عمل کرتے تھے جو سُنتے تھے، اسی طرح، تابعی جو سُنتے تھے عمل کرتے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ راوی حدیث جو ہیں کَانَ لَا یَبِیتُ حَتّٰی یَقْرَأَ هُمَا جب تک وہ یہ دو سورتیں نہیں پڑھ لیتے تھے وہ سوتے ہی نہیں تھے۔ سونے کے بعد تو یہ پتہ ہی نہیں کہ آدمی اُٹھ بھی سکے گا یا نہیں تو جو سوتا ہے وہ سوتے وقت پڑھ لے اِسے، اس طرح کا عمل جو ہے وہ ثابت ہے آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم سے۔

حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے۔ مفہوم اُس کا یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس آدمی کو قرآن پاک کے کسی حصّے سے محبت ہو اُس سے فائدہ ہوتا ہے اُس کو قرآن پاک کا کوئی حصّہ اُسے پسند ہے اور وہ پڑھتا ہے اُسے دُوہراتا ہے اُسے تو اُسے فائدہ اُس سے ہوگا، چنانچہ قُلْ هُوَ اللّٰہُ جو ہے اِسی طرح کا اُس کے بارے میں آرہا ہے ایک صحابی کو پڑھتے ہوئے سُنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے، آپ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی، ایک دوسرے صحابی ابوہریرہ رضؓ یہ گفتگو سُن رہے تھے۔ یہ جملہ سُنا کہ واجب ہوگئی تو دریافت کیا کہ کیا واجب ہوگئی؟ ارشاد فرمایا کہ جنّت واجب ہوگئی اُنھیں یہ پسند تھی وہ اس کو پڑھ رہے تھے بہت تعلّق کے ساتھ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیکھا سُنا اور سُن کر آپ نے پسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ جنّت میں ہے۔

حدیث شریف میں قُلْ هُوَ اللّٰہُ کا دو سو مرتبہ روزانہ پڑھنا بھی آیا ہے اور سَو مرتبہ پڑھنا بھی آیا ہے، یہاں حدیث میں ہے کہ سوتے وقت جو پڑھتا ہے اور دائیں طرف کروٹ سے سوتا ہے اور سوتے وقت سو دفعہ پڑھتا ہے قُلْ هُوَ اللّٰہُ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے فرمائیں گے کہ تو اِس طرح اپنے یمین یعنی دائیں طرف جنّت میں داخل ہوجا مطلب یہ ہے کہ کلمات کا دُوہرانا یہ تاثیر رکھتا ہے۔

اور قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے اَللّٰہُ اَحَدٌ اللہ ایک ہے اُس کی صفات کا ذکر ہے کہ وہ صَمَدٌ ہے بے نیاز ہے سب اُس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور یہ ذکر ہے کہ نہ اُس کے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اور یہ ذکر ہے کہ اُس کا ہمسر کوئی نہیں ہم جنس کوئی نہیں مرد کے جیسے عورت ہوتی ہے ہم جنس

اور جانوروں میں اس طرح جنسیں موجود ہیں جانوروں کے علاوہ درختوں میں موجود ہیں یہ شکل کوئی نہیں تو اس میں دُعا تو کوئی نہ ہوئی اس میں تو ثنا ہُوئی تعریف ہُوئی وحدانیت کا اقرار ہُوا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کی تعریف ہُوئی اور اس کی صفات کا ذکر ہُوا تو یہ ذکرِ صفات کا، اور اُس کی وحدانیت کا اعتراف یہ بھی اللہ کو پسند ہے اِس کی تکرار بھی پسند ہے تو اس واسطے اللہ اللہ کہنا اس کی تکرار کرنا یہ بھی اللہ کو پسند ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کی تکرار حدیث میں آچکا کہ وہ پسند ہے تو جس کو جتنا وقت ملتا ہے جو گزر چکا وہ گزر چکا اور جو ملتا ہے اُس کو کام میں لانا چاہیے جتنا لاسکتا ہے کام میں، یہ بھی نہیں کہ آدمی فقط اِسی کام کا ہو جائے، اگر فقط اسی کام کا ہوگا تو تھوڑے دنوں بعد طبیعت گھبرا جائے گی اور پھر چھوڑ دے گا آدمی، وہ بہتر نہیں وہ نہیں پسند، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پسند فرمایا اُس فعل کو جس پر مداومت کی جائے اتنا ہو کہ ہمیشہ ہو سکے وہ زیادہ پسند فرمایا ہے اور ویسے ہی آپ اندازہ کر لیجیے کہ اگر درود شریف کی ایک تسبیح روز پڑھے کوئی آدمی تو سال میں وہ چھتیس ہزار بن جاتا ہے اور اگر پانچ سو دفعہ روز پڑھے، ہزار دفعہ روز پڑھے تو چند دن پڑھنے کے بعد ناغہ ہو جائے　تو جو عمل مختصر ہو مگر ہمیشہ ہو بس اس میں ناغہ نہ ہو وہ بہتر ہوتا ہے اور حساب کر لیں تو وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور نفع بھی اُس کا زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق دے۔

اس میں جو آتا ہے مثال کے طور پر کہ جو تبارک الذی بیدہ الملک پڑھے گا تو اس طرح یہ سورت بچالے گی اور اگر کوئی فلاں سورت پڑھے گا تو یہ سورت اس طرح بچالے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی یہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو گناہوں سے بچالے گا اور اُس کا اثر خود بخود یہ بھی ہوگا کہ وہ گناہوں سے ہٹتا چلا جائیگا نیکی کی طرف آتا چلا جائیگا۔ یہ اُسکی تاثیر دُنیا میں اُسکے قلب پر مرتّب ہوگی اور اُس کی زندگی میں نظر آئے گی۔ فرق نظر آتے گا۔ یہ مطلب نہیں ہوتا ایسی چیزوں کا کہ آدمی ویسے کا ویسے ہی رہے گا اور بخشش ہو جائے گی بلکہ مقصد یہی ہوتا ہے کہ جو اس کو پڑھے گا تو انشاء اللہ ایسا ہوتا چلا جائے گا جیسے اس کی توفیق ہوگی وہ خود بدلتا بھی چلا جائے گا اور نیکی کی طرف آتا ہی چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اپنی رضا اور فضل سے دُنیا اور آخرت میں نوازے۔

الحاج سید امین گیلانی

زندگی، آئیں تری مشکلیں آساں کر دوں

○

مِرا جی چاہتا ہے موت یہ احساں کر دوں　　جان اُس جانِ دو عالم پہ مَیں قرباں کر دوں
ننگ و ناموسِ نبیؐ پر تجھے قرباں کر کے　　زندگی، آئیں تری مشکلیں آسان کر دوں
کیوں نہ ذکرِ شہہِ بطحا کے لگا کر بُوٹے　　دلِ ویراں میں تجھے رشکِ گلستاں کر دوں
کیوں نہ جاروب بنا ڈالوں یہ ریشِ ابیض　　اُن کے حجرے کی صفائی کا مَیں ساماں کر دوں
خواب میں اُن کی زیارت ہو تو اُن سے پُوچھوں　　آپ کے روضے پہ اشکوں سے چراغاں کر دوں؟
خُون آنکھوں سے بہاؤں کہ ہُوئی عمر کی شام　　یاد میں اُن کی یہ دو شمعیں فروزاں کر دوں
اے وطن عزم یہ ہے بانٹ کے اسلام کا نُور　　ذرّے ذرّے کو تِرے مہر بداماں کر دوں
کیوں نہ اِس دَور کے جلنے بھی ہیں باطل والے　　حق کا آئینہ دِکھا کر اُنھیں حیراں کر دوں
بند رکھ اپنی زباں تو اے عدوئے اسلام　　پھر نہ کہنا، جو ترا چاک گریباں کر دوں
کیوں ستا کر مجھے اِس بات پر اُکساتے ہو　　بُتکدے توڑوں، کلیساؤں کو ویراں کر دوں

وہ امیںؐ وعظ کیا کرتے تھے جس منبر پر
اُس پہ قربان مَیں سو تختِ سلیماںؑ کر دوں

ادارہ انوارِ مدینہ کی جانب سے رسالہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے متوسلین و خدام سے اپیل ہے کہ اگر ان کے پاس حضرت کی تقاریر ہوں تو ادارہ کو ارسال فرما کر عند الناس مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (ادارہ)

(قسط: ۱)

اسلام اور فریضۂ تبلیغ

• شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ •

مرسلہ الحاج عبدالکریم صاحب صابر

تبلیغ کی ضرورت: دُنیا کے تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر انسان کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ اگر کسی دوسرے انسان کو کسی سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہوا دیکھے تو اس کی مدد کرے اور حتی الوسع اس کی دستگیری کرتا ہوا مصائب و آفات کے پنجہ سے نجات دلوائے۔ اسی بناء پر گڑھے اور کنووں میں گرنے والوں، درندوں اور زہریلے جانوروں کے شکار ہونے والوں، ظالم اور خونخوار حیوانوں کے پنجوں میں پھنسنے والوں، فاقہ اور افلاس و امراض میں مُبتلا ہونے والوں وغیرہ وغیرہ کی مدد ہر قوم اور ہر مذہب میں ضروری خیال کی جاتی ہے، جبکہ دنیاوی چند روزہ مصائب اور فنا ہونے والے جسم کی تکلیف سے بچانا انسانی فریضہ شمار کیا جاتا ہے تو اخروی دائمی مصائب اور ہمیشہ باقی رہنے والی رُوح کی تکالیف سے بچانا کیا اس سے بدرجہا زائد لزوم والا فریضہ شمار نہیں کیا جائے گا؟ اس لیے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی اخروی زندگی اور روحانی امراض سے شفایابی کی طرف پوری توجہ کرے دوسری وجہ جبکہ حسبِ تعلیماتِ اسلامیہ تمام افرادِ انسانی ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مقتضیاتِ طبعیہ اور صُورت و سیرت میں سب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں

اس لیے جس طرح اپنے حقیقی بھائی کے ہم پر حقوق ہیں اور انھی کی بنار پر ہمارا طبعی اور عقلی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائی کی ہر طرح، ہمدردی اور مدد کریں، اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہو گا کہ ہم اپنے ہر بھائی انسان کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں۔ اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہو گا کہ ہم اپنے ہر بھائی انسان کی ہمدردی کریں اور اُس کو آخرت کے عذاب سے نجات دلانے کی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی خوشنودی تک پہنچانے کی نعمِ ابدی اور روحانی زندگی کے حاصل کرانے کی ہر ممکن کارروائی سے دریغ نہ کریں۔ تیسری وجہ، اگر ہر ڈاکٹر، ہر حکیم ہر وید کا فرض ہے کہ کسی مُبتلائے امراضِ جسمانی کو دیکھ کر اس کا علاج کرے تو اسی طرح ہر حکیمِ روحانی کا فرض ہو گا کہ روحانی مریضوں کے علاج معالجہ میں کوتاہی نہ کرے، مگر جس طرح جسمانی امراض کے مراتب کی حیثیّت سے جسمانی ڈاکٹروں اور حکیموں وغیرہ کے فرائض میں فرقِ مراتب ہوتا ہے، اسی طرح روحانی امراض کے مراتب کی حیثیّت سے روحانی حکیموں کے فرائض میں فرق ہوگا جو روحانی امراض روحانی زندگی کو فنا کرنے میں ویسا ہی مرتبہ رکھتے ہیں جو کہ طاعون، ہیضہ، سل وغیرہ جسمانی امراضِ مہلکہ جسمانی زندگی کے فنا کرنے میں رکھتے ہیں۔ ان کے رفع کرنے میں ان کا فریضہ نہایت ہی اکید و شدید ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اسلام جو کہ حقیقی معنوں میں کامل اور مکمّل مذہب ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی عام ہمدردی کا بہت زور شور سے مؤید ہے۔ فرمایا جاتا ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت (ہمیشہ کے لیے) ہو جائے جو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بُلاتی رہے اور عمدہ باتوں کا لوگوں کو حکم کرے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں) دوسری جگہ فرماتے ہیں: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم لوگ (اُمّتِ محمّدیہ) ان تمام اُمّتوں سے بہتر ہو جو کہ لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں کیونکہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔) اس قسم کے احکام قرآن شریف میں متعدد مقامات پر ذکر فرمائے گئے ہیں۔ احادیث میں بھی اس پر نہایت پُر زور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے کہیں فرماتے ہیں: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں ہو گا جب تک اپنے بھائی کے لیے ویسی چیز دوست نہ

رکھے، جیسی اپنے لیے پسند کرتا ہے۔) کہیں علاماتِ ایمان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ (آدمیوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے دوستی رکھے) یعنی یہ کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں اور اس کے پیارے۔ اسی عام ہمدردی کی بناء پر فرمایا جاتا ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس (لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کہ سب لوگوں کو نفع پہنچائے) حسبِ ارشاد سابق جبکہ "خیریت" کا مدار لوگوں کو نفع پہنچانے پر ہوا تو جس قدر نفع عظیم الشان ہوگا، خیریت بھی ویسے ہی عظیم الشان ہوگی۔ پس عذابِ آخرت سے نجات دلانا، روحانی ابدی زندگانی حاصل کرانا، امراضِ روحانی کا دُور کر دینا وغیرہ وغیرہ چونکہ نہایت اعلیٰ درجہ کے منافع ہیں، جن کے برابر کوئی شخصی یا قومی مادّی نفع نہیں ہو سکتا اس لیے جو شخص ایسے منافع کا متکفل ہوگا وہ سب سے ہی اعلیٰ و افضل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام تمام افرادِ انسانی میں اعلیٰ و اکمل ہوتے ہیں۔ ان کی نظر ہمیشہ عموم پر ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ اپنی ذات اور اعزہ و اقارب کو بھی طرح طرح کی تکالیف میں عام خلائق کے نفع کے لیے مُبتلا کر دیتے ہیں اور پھر پروا تک نہیں کرتے اور جس طرح وہ عموم کے منافع کے درپے ہوا کرتے ہیں اسی طرح وہ کم نفع دینے والی چیزوں اور بے قدر اُمور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے۔ ان کا نصب العین روحانی زندگی، روحانی شفاء، اخلاقی تہذیب، آخرت کی بھلائیاں، خداوندِ عالم کا قرب، اُس کی خوشنودی، قومی ترقیات وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے اُمور ہوتے ہیں؛ البتہ انبیاء علیہم السّلام میں بھی عموم کے درجات متفاوت ہیں۔ کوئی نبی فقط اپنی قوم کا مصلح اور طبیب ہوتا ہے، کوئی اپنے تمام ملک کا ہمدرد اور ریفارمر ہوتا ہے اور کوئی تمام عالمِ انسانی اور عام خلائق کا حکیم اور بہی خواہ بنایا جاتا ہے جس پیغمبر میں یہ آخری درجہ عموم کا ہوگا اور جس کی نظرِ رأفت و شفقت اس طرح عام فیض رساں ہوگی بلاشک و شبہ وہ تمام پیغمبروں میں اعلیٰ اور سب کا خاتم ہوگا۔ اس کے مرتبہ کو نہ کوئی پیغمبر پہنچ سکے گا اور نہ اُس کے حکم سے کسی کو روگردانی کی اجازت ہوگی۔ وہ تمام پیغمبروں میں ایسا عہدہ رکھتا ہوگا جیسا تمام ملازمینِ شاہی میں صدرِ اعظم کا عہدہ ہوتا ہے جو کہ تمام شاہی قلمرو پہ اور شعبہ ہائے حکومت پر حکمران ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کا زمانہ بھی تمام پیغمبروں کے زمانہ سے اسی طرح آخر میں ہوگا جیسا کہ اپیل صدرِ اعظم کے دربار میں سب سے آخر میں ہوتی ہے اور اس کے

بعد اگر کوئی مرتبہ اپیل کا رہ جاتا ہے تو فقط شہنشاہ کی بارگاہ میں اپیل کا رہ جاتا ہے۔

عمومِ تبلیغ میں مسلمانوں کی خصوصیّت: خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ انسانی، طبعی، عقلی، شرعی جملہ حیثیّتوں سے ضروری ہے کہ عام خلائق کی بہبُودی کا فکر کیا جائے اور پھر اس بہبودی اور ہمدردی کو سب سے زیادہ پیشِ نظر رکھا جائے جو کہ نہایت گرانقدر ہو اور جس قدر ان دونوں امور میں اضافہ ہوگا اسی قدر "خیریّت" بڑھے گی اور اسی قدر پروردگارِ عالم کے یہاں اس کے لیے انعام اور اجر کا استحقاق ہوگا۔ یہ فریضہ مسلمانوں ہی کا سب سے بڑا فریضہ ہے، کیونکہ جس طرح آخری گورنر اور وائسرائے کا حکم ماننا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ پہلے گورنر اور قدیم وائسرایوں کا حکم آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے زمانہ میں منسوخ ہو جاتا ہے اور اس آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے حکم سے سرتابی کرنے والا امپائر (شہنشاہیت) کا باغی شمار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ گزشتہ گورنروں کی تابعداری کا دم بھرتا ہو اسی طرح نبیٔ آخر الزّماں کے آنے کے بعد پہلے پیغمبروں کے تمام احکام منسوخ ہوں گے۔ اس کے حکم سے سرتابی کرنے والا خداوندی باغی اور مجُرم قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ دعوٰی کرتا ہو کہ مَیں خداوندی پرانے پیغمبر کا تابعدار ہوں، لہٰذا مسلمان چونکہ اس پیغمبرِ آخر الزّماں کے تابعدار ہیں، اس لیے حقیقی اصلاح اور واقعی شفاء فقط ان کے پاس ہے، ان کا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ وہ اقوامِ عالم اور تمام بنی نوع انسان کی اصلاح اور شفا میں سب سے زیادہ اسی طرح کوشش کریں جس طرح اس ڈاکٹر اور حکیم کا سب حکیموں سے قوی فریضہ ہوتا ہے جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس زمانہ میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے، دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں ان امراض کے لیے شفا بخش نہیں

مسلمانوں کے مستحقِ تبلیغ ہونے کی دوسری وجہ: علاوہ ازیں چونکہ مسلمانوں کے پیغمبر تمام روئے زمین کے بسنے والے اور عام اقوام کے لیے ریفارمر اور مصلح بنائے گئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا جاتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا	ہم نے تم کو صرف تمام آدمیوں کے لیے
كَآفَّةً لِّلنَّاسِ	خوشخبری دینے والا اور عذاب سے

بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا		ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس نے فرقانِ حمید کو اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس لیے اُتارا کہ تمام عالموں کے لیے خُدا کی پکڑ اور ناراضی سے ڈرانے والے ہوجائیں۔ اس لیے مُسلمانوں کا فریضہ اصلی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نمائندگی اور قائم مقامی کرکے تمام اقوامِ عالم کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دین اور شریعت سے آگاہ کریں اور ان کے سامنے حقانیت اسلام کے آفتاب کو روشن کردیں۔ ان کو صحیح راستہ کی طرف بُلائیں اور حقیقی شفاء اور دوا پر مطلع کریں۔

غیر مُسلموں کو حقِ تبلیغ نہیں : مگر دوسروں کو جن کے پیغمبر ایسے نہیں، بوجوہ مذکورہ بالا یہ حق نہیں پہنچتا، اس لیے مسلمانوں کے آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا :

لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ		جو لوگ میری مجلس میں موجود ہیں، وہ غائب ہونے والوں کو (یعنی جو موجود نہیں) میری تعلیمات پہنچا دیں

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

بَلِّغُوْا عَنِّىْ وَلَوْ اٰيَةً		میری طرف سے لوگوں کو احکام اور شریعت حقّہ پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں

يَا عَلِيُّ لَاَنْ يَّهْدِىَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا		اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تمہارے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ایک مرد کو بھی ہدایت کردے تو وہ تمہارے لیے تمام دُنیا اور اس کے خزانوں وغیرہ سے بہتر ہے۔

قرآن شریف میں فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ پاک ہے جس نے اپنے پیغمبر کو سچّا دین اور ہدایت دے کر اس لیے بھیجا کہ وہ تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں۔

یہی وہ فرائض تھے جنھوں نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے ان کو نیند اور آرام حرام ہوگیا تھا۔ ان کو اپنے پیارے اوطان میں ٹھہرنا اور اپنی زندگانی کی خدمتیں کرنی وبالِ جان ہوگئی تھیں۔ اسی عام خیر خواہی نے ان کو اہل وعیال، زن وفرزند، عزیز واقارب، تن من دھن سب سے جُدا کر دیا۔ اسی حقیقی اصلاح کے وجوب نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اطرافِ عالم میں سچّی روشنی کی مشعلیں لے کر پھیل پڑیں اور کوئی قوّت خواہ کتنی ہی عظیم الشّان کیوں نہ ہو اگر مانع آئے تو اس سے ٹکر کھا جائیں۔ تبلیغ سے منع کرنے والے لوگوں کی اصلی مداوات اور حقیقی شفا سے روکنے والے خُدا کی عام مخلوق کو گمراہی میں پڑے رکھنے کی کوشش کرنے والے یا تو اپنے اعمالِ قبیحہ سے باز آجائیں ورنہ پھر قوّت کا قوّت سے مقابلہ کرنا ضروری ہوگا۔ جس وقت مسلمان اپنی اس سچّی روشنی کو لے کر نکلے ہیں ان کے پاس مکمّل فوجیں نہ تھیں مکمّل ہتھیار نہ تھے، مکمّل خزانے نہ تھے، ان کے پاس کوئی ایسی ظاہری قُوّت نہ تھی جو کہ قیصر اور کسرٰی اور مقوقش کا انفرادی طور پر بھی مقابلہ کرسکتی چہ جائیکہ اجتماعی طور پر کرتی، مگر چونکہ دُنیا مطلوب نہ تھی، حکومت کی ـــــ ہوس نہ تھی۔ خزانوں کا لالچ نہ تھا۔ اقوامِ عالم کی تجارت اور دستکاری کی خواہش نہ تھی۔ جُوْعُ الْاَرْضِ کی بیماری نہ تھی، اقوامِ عالم کو غلام بنانے کی آرزو نہ تھی، فقط حقیقی اصلاح اور خوشنودیٔ پروردگار کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی، جس کے لیے تقوٰی اور زہد نے دھونکنی کا کام دے رکھا تھا۔ اس لیے جو بھی ان کے سامنے آیا خواہ وہ پہاڑ ہی کیوں نہ تھا پاش پاش ہوگیا، اس کی ہستی مٹ گئی اور خدا کی سچّی روشنی اطرافِ عالم میں پھیل گئی۔

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات سے تیس ہی برس کے عرصہ میں بحرِ اٹلانٹک کے کنارے سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ڈنکا بجنے لگا۔ افریقہ کے صحرائے اعظم سے لے کر کاکیشیا اور ارال کے دامنوں تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

اگرچہ ایک ماہر ڈاکٹر اور حاذق حکیم کا فرض یہ بھی ہے کہ اگر نادان مریض اپنے مرض پر اصرار کرے اور دوا کے استعمال سے جان چراتے یا عناداً اس کو استعمال نہ کرے تو اس کو جبراً اسی طرح دوا پلادے جس طرح ماں باپ بچے کو ہاتھ پیر پکڑ کر منہ کھول کر دوا پلا دیتے ہیں اور اس بنا پر وہ مستحقِ ملامت قرار نہیں دیے جاتے۔ بلکہ ہر طرح قابلِ ستائش قرار دیے جاتے ہیں بلکہ ملامت ان مریضوں پر عائد ہوتی ہے اور جس طرح حاذق جرّاح کا فرض ہے کہ وہ دنبل میں نشتر لگا کر مادۂ فاسد نکال دے۔ اگرچہ مریض چیختا چلاّتا رہے۔ اسی طرح اگر اسلام جبراً لوگوں لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بناتا اور ان کی روحانی اور جسمانی، انفرادی اور اجتماعی اصلاحات اپنے قوانینِ تریاقیہ سے کرتا تو ہرگز مستحقِ ملامت نہ ہوتا، مگر اس نے آزادیٔ خیالات اور انسانی اختیارات پر پانی نہیں پھیرا اور جبر، تعدی، اکراہ اور بے اختیاری کی اجازت نہیں دی۔ اس نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ الخ

کہہ دو (اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم) حق بات تمہارے پروردگار کی طرف سے (ظاہر ہوچکی) ہے۔ اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے واسطے عذاب تیّار کر رکھا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔

دین میں کوئی اکراہ اور جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے کھل گئی اور ظاہر ہوگئی۔ اب جو شخص بُتوں کو چھوڑے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا اس نے نہایت مضبوط ذریعہ حاصل کر لیا۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

(انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا تم لوگوں پر اکراہ

کردگے تاکہ مؤمن بن جائیں۔

چوتھی جگہ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ تم (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو صرف یاد دلانے والے اور سمجھانے والے ہو، تم ان پر گماشتہ اور جبر کرنے والے نہیں ہو۔

خلاصہ یہ کہ ایمان اور اسلام کے لیے جبر و اکراہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اگرچہ یہ حکم دینا بھی قرین قیاس تھا۔ ہاں جو لوگ فریضۂ تبلیغ اور اصلاحِ حقیقی سے مانع ہوتے یا مانع ہونے کی تیاری کرنے لگے، ان کے سامنے آنا اور مقابلہ کرنا ناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن خطوط کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بادشاہانِ عجم کے پاس بھیجا اور ان کو اسلام کی طرف بلایا تھا کسی میں تلوار اور لڑائی کی دھمکی نہیں دی گئی اور یہی وجہ تھی کہ جزیہ کی مشروعیت غیر مسلموں کے لیے قرار دی گئی۔ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا جیسا کہ پادری یا آریہ اپنے پروپیگنڈوں میں اسلام سے نفرت پھیلانے کے لیے کہہ رہے ہیں تو آج صنعاء اور یمن میں ہزاروں کی تعداد میں یہودی نظر نہ آتے۔ اسی طرح عراق (ماسوپوٹامیا) شام (سیریہ) فلسطین مصر وغیرہ میں لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم جو کہ پشتہا پشت سے وہاں بستے ہوتے چلے آتے ہیں، پائے نہ جاتے۔

خود ہندوستان کے ان مقامات پر غور کیجیے جو کہ صدیوں مسلمانوں کی قوتوں کے جولانگاہ رہے ہیں غیر مسلموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ضلع دہلی میں جو کہ پایۂ تخت شاہانِ اسلام رہا ہے اور جہاں فوجی قوتوں کا ہر قسم کا مکمل مظاہرہ رہتا تھا۔ سولہ فیصدی مسلمان اور باقی غیر مسلم ہیں۔ صوبہ یوپی جو کہ تقریبًا ایک ہزار برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا ہے، پندرہ فیصدی مسلمان ہیں۔ بہار جو کہ بختیار خلجی کے زمانہ سے ہیسٹنگز کے زمانہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، دس فیصدی مسلمان ہیں اگر جبر و اکراہ سے مسلمان کیا جاتا توجبکہ مسلمانوں کی فوجی قوتیں انتہائی عروج پر تھیں، کون سی قوت ان کو بجبر مسلمان بنانے سے روک سکتی تھی۔ ہاں عیسائیت اپنی سیاہ تاریخ اٹھا کر دیکھے کہ اس نے یہودی مذہب کو یورپ کے ممالک سے کس طرح فنا کیا اور پھر اسپین، سسلی، مالٹا، یونان، کریٹ بلگیریا وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے آرین قومیں اپنے گزشتہ کارناموں پر غور کریں

(بقیہ بر صـ۲۸)

وقت کا اہم تقاضا

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد!

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جب حضرت آدم علیہ السّلام کو دُنیا میں بھیجا تو اُن کی اولاد کے لیے نبوّت ورسالت کا سلسلہ بھی جاری فرمایا، سیّدنا حضرت آدم علیہ السّلام ابوالبشر بھی تھے اور سب سے پہلے نبی بھی تھے، دُنیا میں ان کی ذریت پھیلتی رہی برِّ اعظم آباد ہوتے رہے حضرات انبیاء علیہم السّلام تشریف لاتے رہے اور بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کا دین پہنچاتے رہے، توحید کی دعوت دیتے رہے اور یہ بتاتے رہے کہ اس دنیا سے جانا ہے۔ قیامت قائم ہونی ہے حسابُ کتاب ہونا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کو قبول کرے گا اس پہ مرے گا وہ جنّت میں داخل ہوگا اور منکرین ومشرکین دوزخ میں داخل ہوں گے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کی کوششیں برابر جاری رہیں وہ لوگوں کو ہدایت پہ لانے کی کوششیں فرماتے رہے توحید کی دعوت دیتے رہے لیکن ساتھ ہی شیاطینِ انس وجن کی محنتیں بھی جاری رہیں۔ یہ لوگ کفر وشرک کی دعوت دیتے رہے اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے روکتے رہے بہت سے لوگوں نے اُن کی دعوت قبول کرلی اور کفر وشرک میں مُبتلا ہوگئے اور شیاطین کے بہکانے اور گمراہ کرنے کی وجہ سے اس منزل تک آتر آئے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی لائی ہوئی کتابوں تک کو بدل دیا توحید کی جگہ دُنیا میں شرک اور کفر اور طرح طرح کی گمراہیاں پھیلادیں۔

یہودیوں نے توریت شریف میں تحریف کر دی اور اس کی جگہ تالمود نام کی کتاب لکھ لی نصاریٰ نے انجیل شریف میں تحریف کر دی اور اپنے عقائد بدل لیے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بیٹا مان لیا پھر اُن کے قتل کا عقیدہ رکھ کر کفارہ کا عقیدہ اپنا لیا۔ یہود و نصاریٰ کے دین کے علاوہ دُنیا میں ہندو مذہب بھی ہے اور بدھ ازم بھی اُن کے علاوہ اور بھی بعض مذاہب ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور تمام ادیان والے خود غور کریں کہ وہ جس دین کو اپنائے ہوئے ہیں اس کی کیا سند ہے کہ ان کا یہ دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے اپنانے کی وجہ سے آخرت میں نجات ہوگی؟ ظاہر ہے کہ ان کے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اپنے پاس سے عقیدہ بنا کر آرزوئیں لیے بیٹھے ہیں۔ خود ہی غور کر لیں کہ ان آرزوؤں کا سہارا لینے سے جو بلا دلیل اور بلا سند ہیں کیسے نجات ہوگی۔۔۔؟

جو عقیدہ اور عمل پیدا کرنے والے کی طرف سے نہ بتایا گیا ہو اس کو زندگی کا مشغلہ بنانا عقل و فہم کی رُو سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے اور اس پر نجات کی اُمّید رکھنا اور یہ یقین کرنا کہ اس کی وجہ سے موت کے بعد عذاب سے محفوظ ہوں گے بہت بڑی نادانی ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے یہ فرمایا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوں یا یہ فرمایا ہو کہ میری اور میری والدہ کی عبادت کرو یا یہ فرمایا ہو کہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور میرے قتل کے بعد جو شخص یہ عقیدہ رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو قتل کرا کر اُن سب لوگوں کو نجات دے دی جو اُن کو اللہ کا بیٹا مانیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، اُن میں سے کوئی بات بھی حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے نہیں فرمائی اور نصاریٰ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں دے سکتے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے یہ باتیں بتائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے سیّدنا محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیین بنا کر بھیجا اور آپ پر سلسلہ نبوّت ختم فرما دیا آپ نے اسلام کی دعوت دی اور اس سلسلہ میں بہت زیادہ محنت کی بڑی مشقت اُٹھائی، آپ کی محنتوں کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی موجودگی میں ہزاروں مشرکین نے آپ کا لایا ہوا دین۔ یعنی اسلام قبول کر لیا اور دین شرک سے تائب ہو کر دین توحید کے ماننے والے بن گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کے صحابہؓ نے دعوت حق کا سلسلہ

جاری رکھا پھر اُن کے تابعین نے اور ان کے تلامذہ اور خلفائے دعوت کا کام آگے بڑھایا حتّٰی کہ دُنیا کے اکثر حصّوں میں اسلام پھیل گیا۔ اور دُنیا کے گوشہ گوشہ میں کروڑوں افراد اسلام کے ماننے والے پھیل گئے۔ دعوتِ اسلام کا کام تو ہمیشہ ہی جاری رہا ہے، لیکن دورِ حاضر میں اس کی بہت زیادہ اہمیّت اور ضرورت ہے۔ اسلام کے علاوہ جتنے بھی دین ہیں ان کے ماننے والوں پر اپنے دین کی ریسرچ کرنے کے بعد پوری طرح یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ان کا دین جامع اور مکمّل نہیں ہے اور اس میں انسانی زندگی کے تقاضوں کا اور معاشرتی مسائل کا حل نہیں ہے، اِن ریسرچ کرنے والوں میں کثیر تعداد میں ایسے افراد بھی ہیں جنھوں نے اسلام کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے اور عصبیت کا چشمہ اُتار کر سمجھنے کی کوشش کی ہے جس سے ان پر پوری طرح یہ واضح ہو گیا کہ دینِ اسلام ہی وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے بھیجا ہے اور اسی میں آخرت کی نجات ہے۔

ان سب لوگوں کو خود قبولِ حق کی طرف بڑھنا لازم ہے، لیکن دُنیا کے تقاضے، مالیاتی مسائل، رشتہ داری کے تعلقات اور اقتدار کی کرسیاں اور اس طرح کی بہت سی چیزیں اسلام قبول کرنے سے مانع ہو رہی ہیں یہ لوگ دُنیاوی مفاد کی وجہ سے اسلام کو حق جانتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتے اور موت کے بعد کی تباہی سے نکلنے کے لیے فکر مند نہیں ہوتے، اہلِ دُنیا کے ورغلانے اور نفس اور شیطان کے فریب دینے سے آخرت کے دائمی عذاب میں مُبتلا ہونے کو تیار ہیں۔

ان کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ ہم مُسلمان اُنھیں کھل کر ہمّت اور حوصلہ کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں اور اُنھیں اسلام کے عہدِ اوّل یعنی حضراتِ صحابہ کرام رضؓ کے واقعات سُنائیں جنھوں نے دُنیا کو چھوڑا رشتہ داروں سے مُنہ موڑا اور کافروں سے جو تکالیف پہنچیں حتّٰی کہ بعض شہید کر دیے گئے اس سب کو برداشت کیا جب حق واضح ہو گیا تو ساری رکاوٹوں کو عبور کرتے ہُوئے حق کو قبول کیا اور اس پر جمے رہے اور پھر زندگی بھر حق کی دعوت بھی دیتے رہے۔ جن لوگوں پر اسلام کی حقانیت واضح ہو چکی ہے اگر ان کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ جلد ہی اسلام قبول کر لیں گے۔

ایک یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اسلام کے علاوہ جو دوسرے دینوں کے ماننے والے ہیں اور ان میں جو خاص نئی نسل کے پڑھے لکھے لوگ ہیں اگرچہ اُنھوں نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا،

لیکن اپنے دین سے وہ بھی مطمئن نہیں ہیں خاص کر نصاریٰ کا وہ نوجوان طبقہ جو پادریوں کی تقلید نہیں کرتا اور اپنے دینی عقائد سے بیزار ہے دُنیا میں اُن کی بڑی تعداد ہے اگر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور واضح طور پر حق سامنے رکھا جائے تو یہ طبقہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد اسلام قبول کرلے گا۔

تمام غیر مُسلموں کے سامنے اگر سلیقہ کے ساتھ اسلام کی دعوت رکھی جائے اور اسلام کا کمال و جمال بیان کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ پیدا کرنے والے نے یہ اختیار نہیں دیا کہ دُنیا میں جو بھی دین رواج پائے ہوئے ہیں ان میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو بلکہ خالق کائنات نے بنی آدم کے لیے اپنی طرف سے دین بھیجا ہے جو دینِ اسلام ہے۔ اسی کو قبول کرنے پر آخرت میں نجات دینے اور وہاں کے دائمی عذاب سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ اعلان فرمایا ہے کہ اسلام کے علاوہ جو بھی کوئی شخص کسی بھی دین پر مرے گا وہ آخرت کے دائمی اور سخت عذاب میں مُبتلا ہوگا۔

اگر اتنی ہی سی بات ہوتی کہ دُنیا میں آتے اور کما کھا کر مر کھپ کر ختم ہوجاتے اور قیامت قائم نہ کی جاتی اور حساب و کتاب کی پیشی نہ ہوتی اور ایمان پر جنّت کے داخلے کا اور کفر پر دوزخ کے داخلے کا فیصلہ نہ ہوتا تو متفکر ہونے کی ضرورت نہ تھی، لیکن جب خالق کائنات نے فیصلہ فرمایا اور پہلے سے بتا دیا کہ ایسا ایسا ہونا ہے اور اپنے نبیوں ؑ کو بھیجا اور ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور پوری طرح اُس دین کو واضح فرما دیا جس دین پر نجات کو موقوف رکھا ہے تو اب ہر فرد و بشر کو اپنی خیر خواہی کے لیے یہ سوچنا ضروری ہے کہ مَیں جس دین پہ ہوں اور جن کاموں میں لگا ہُوا ہوں یہ آخرت کے دائمی عذاب سے بچا کر جنّت میں داخل کر دیں گے یا نہیں؟ کسی دین اور دھرم پر چلتے رہے اور موت کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ یہ دین باطل تھا اور وہاں سے واپس ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہُوئے دین کو نہ مانے اس کے لیے دائمی عذاب ہے) تو کیا ہوگا؟ یہ ہر شخص کے فکر کرنے کی بات ہے۔ یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اس میں ماں باپ یا خاندان اور کنبہ اور قبیلہ اور رسم و رواج اور دوست واحباب کی جانب کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کسی ایسے دین پر جما رہنا جو خالقِ کائنات کا بھیجا ہُوا نہ ہو خود اپنی جان سے

سے دُشمنی ہے اگر سارے انسان غور کریں اور اپنے اپنے دین کے بارے میں سوچیں اور اسلام کے بارے میں بھی غور کریں تو یہی سمجھ میں آئے گا کہ دینِ اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے جس کے قبول کرنے میں آخرت کی نجات منحصر ہے۔

ایک بات عرض کرنی ہے کہ عام طور سے تمام ممالک میں اسلام قبول کرنے کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ فرانس اور جرمنی اور افریقہ کے بعض علاقوں میں حتیٰ کہ ہندوستان میں بڑی تعداد میں لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں اور غیر مسلموں کے اکابر اور سرداروں کے واضح بیانات اسلام کی حقانیت کے بارے میں شائع ہو رہے ہیں اور عامۃ النّاس کے قلوب میں اسلام گھر کر رہا ہے۔ فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذٰلک

لیکن یہ ایک افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ مُسلمان ہو جاتے ہیں ـــــــــ پرانے مُسلمان اُن کا شایانِ شان استقبال نہیں کرتے نہ ایسے ادارے ہیں جہاں اُنھیں رکھ کر اسلامی تعلیم دی جائے اور اسلام کے عقائد اعمال اور اخلاق سکھائے جائیں اور اُن کی حاجات و ضروریات کو دیکھا جائے۔ اس کوتاہی کی وجہ سے یہاں تک سُننے میں آیا ہے کہ بعض افراد اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ کُفر میں واپس چلے گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون

اسلام نے یہ تو نہیں بتایا کہ دُنیا کا کوئی لالچ دے کر مُسلمان ہونے کی دعوت دی جائے کیونکہ لالچی آدمی سچے دل سے مسلمان نہیں ہوتا، لیکن جب کوئی شخص اسلام قبول کرلے تو وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ اس کی ضروریات اور حاجات کا خیال کرنا لازم ہے جو شخص مُسلمان ہوتا ہے وہ اپنے رشتہ داروں سے کٹتا ہے اس کے اموال و املاک پر بھی دوسرے لوگ قابض ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی مشکلات کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ یہ بات بہت زیادہ ضروری ہے کہ ہر چھوٹے ملک میں کم از کم ایک ادارہ اور بڑے ملکوں میں متعدّد ایسے ادارے ہوں جو نئے مُسلمانوں کو اسلام بھی سکھائیں اور ان کی دنیاوی حاجات و ضروریات کا بندوبست بھی کریں۔

مختلف ممالک سے آنے والے عُلما اور تجار سے اس بارے میں گفتگو ہُوئی تو پتہ چلا کہ اس طرح کے ادارے قائم کرنے کی طرف بالکل توجّہ نہیں ہے اور یہ صورتِ حال بہت افسوس ناک ہے، جو شخص اسلام قبول کرلے اسے گلے لگانا اور ایسی تدبیریں کرنا کہ وہ کفر میں واپس نہ چلا

جائے مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے آج جو قومیں مسلمان نظر آرہی ہیں وہ بھی تو نو مسلموں کی نسلیں ہیں۔ان کے باپ دادوں کو بھی تو کسی نے اسلام کی دعوت دی ہوگی اور اسلام سکھایا ہوگا۔ اس بات پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا اس کے شکر میں یہ بھی شامل ہے کہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیں اُنھیں کُفر سے بچائیں تاکہ وہ آخرت کے عذاب سے محفوظ ہو جائیں جو شخص مسلمان ہو جائے اسے مانوس کریں، وہ یہ نہ سمجھے کہ میں غیروں میں آگیا اس کی حاجات اور ضروریات کا خیال کریں اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع نہ دیں کہ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے دوبارہ کُفر میں واپس آجاتا ہے گویا کہ وہ مطمئن نہیں ہوتا۔ (العیاذ باللہ) تھوڑی سی جان و مال کی قربانی دینے کی ضرورت ہے۔ اوّل تو ہم مسلمان ہونے کے مدعی ہوتے ہُوئے اپنے اعمال درُست نہیں رکھتے یہ چیزیں غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے سے روکتی ہیں پھر یہ کتنی بڑی غفلت ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اُسے اچھی طرح گلے نہ لگایا جائے اور اُسے کُفر میں واپس جانے کا بہانہ مل جائے جس کا سبب مسلمان خود بنیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حق پر جمنے اور حق کو پھیلانے اور اسلام کی پوری طرح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وباللہ التوفیق و ھو المستعان

بقیہ: اسلام اور فریضۂ تبلیغ

کہ اُنھوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں بھیل، گونڈ، کولی، چمار وغیرہ اچھوت قوموں کے ساتھ کیا معاملات کیے اور اب تک کیا کر رہے ہیں۔

چین میں آج ـــــ سات کروڑ سے لے کر دس کروڑ تک مسلمانوں کی مردم شماری بتائی جاتی ہے۔ وہاں کس روز مسلمانوں کی حکومت قائم ہُوئی تھی؟ جزائر، سماٹرا، جاوا وغیرہ میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کی مردم شماری مذکور ہے۔ وہاں کونسا عالمگیر یا تیمور لنگ یا محمود غزنوی حملہ آور ہوا تھا؟ ابتدائے اسلام میں جن لوگوں نے تلوار اُٹھائی تھی خود ان کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا؟ یہ سب محض غلط اتہامات ہیں جو کہ دشمنوں نے اسلام کے بدنام کرنے کے لیے لگائے ہیں۔ ہمیشہ پادشاہانِ اسلام اسکے خلاف احکام جاری کرتے رہے اور رواداری اور بے تعصبّی کا ثبوت دینے میں اُنھوں نے نہایت روشن پوزیشن پیش کی ہے۔ جھوٹ اور افترا کا توکوئی

جواب نہیں

قسط : ۲ ، آخری

راعی اور رعایا کے حقوق

مولانا سید محمود میاں صاحب نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

○

آگے آپ نے عورت کو بھی اسی طرح فرمایا وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا عورت جو ہے وہ اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے وَوَلَدِهٖ اور اپنے شوہر کی جو اولاد ہے اُسی کی بھی نگہبان ہے مُربیہ ہے وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ اور قیامت کے دن عورت سے اس کا سوال کیا جائے گا عورت سے بھی سوال ہوگا۔ مرد سے بھی ہوگا۔ دونوں کی ذمّہ داری ہے کہ وہ قرآن سیکھیں اور قرآن سکھلائیں اِسے یاد کریں اور یاد کرائیں اور یہاں (جامعہ میں) تو اللہ تعالیٰ نے سہولت کے ساتھ آپ کو مواقع فراہم کیے ہیں دین سیکھنے کے لیے اور دُنیا سیکھنے کے لیے بھی، یہاں کی حکومت آپ کو اس طرح کے مواقع فراہم نہیں کر سکی۔ آپ کو سکول کالج میں جانا پڑتا ہے تو فیس دینی پڑتی ہے۔ کتابوں کا بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ کتابوں کے اخراجات اُٹھانے پڑتے ہیں اتنا بوجھ ہے کہ عام آدمی پریشان ہے اور یہ علم تو اللہ تعالیٰ نے ایسے بکھیر دیا ہے کہ آپ جہاں چاہیں آپ کو مفت میں حاصل ہوگا۔ کوئی فیس نہیں ہے کوئی پیسہ خرچ نہیں ہور ہا آپکا مفت میں پڑھانے والے موجود ہیں محنت سے پڑھاتے ہیں۔ دل و جان سے پڑھاتے ہیں کوئی معاوضہ آپ سے طلب نہیں کرتے صرف یہ ہے کہ آخرت میں اُس کا ثواب اور اجر اُنھیں ملے گا۔ ایسی نعمت جو اس طرح مفت میں دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ اور یوں بکھیر دی زمین پر اللہ تعالیٰ

نے اس نعمت کے اتنے بڑے پیمانے پر بکھیرنے کے باوجود اگر اس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھائے اور پھر دُنیا کی طرف چلا جائے فانی دُنیا کی طرف تو یہ بہت بڑی محرومی ہے اپنی اولاد پر اس سے بڑا کوئی اور ظلم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا قرآن سیکھنا قرآن سے محبّت، دین کو سمجھنا دین سے محبّت یہ علامت ہے اس بات کی کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے محبت ہے اگر نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ محبّت صرف زبانی ہے حقیقی نہیں ہے اور یہ محبّت ہی مدار ہے نجات کا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسی قوم بھی ہوگی کہ تم اپنے اعمال کو اُن کے سامنے حقیر جانو گے۔ قرآن کثرت سے پڑھیں گے۔ عبادت انتہائی خشوع وخضوع سے کریں گے لیکن قرآن اُن کا حلق سے گردن سے نیچے نہیں آئے گا۔ یعنی اس سے محبّت نہیں ہوگی تو قرآن سیکھ لیا دین سیکھ لیا۔ عالم بن گیا، اور محبّت نہیں ہے تو کامیاب پُورا نہیں ہوگا۔

محبّت ہونی ضروری ہے (قرآن اور دین سے) اور محبّت سے انسان کامیاب ہوجاتا ہے ایک واقعہ آتا ہے۔ خیال آیا آپ کو سُنا دوں۔ قرآن پاک سے تعلّق اور محبّت کا واقعہ ہے۔ ہندوستان میں پیش آیا اور سچّا واقعہ ہے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے یہ واقعہ سُنایا اُنھوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک آدمی کہیں سفر کر رہا تھا جارہا تھا کسی سرکاری کام پر اپنے کاغذات لیے ہُوئے تھے اُس نے تو ایک بستی سے اُس کا گزر ہُوا وہاں لوگوں نے اسے روک لیا۔ پُوچھا کون ؟ کیا بات ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم ایک بڑی مصیبت میں مُبتلا ہیں ہماری کچھ مدد کرو اُسی نے کہا وہ کیا ہے ؟ اُنھوں نے کہا کہ ایک آدمی مرگیا ہے ہمارا ہم لوگوں کو پتہ کچھ نہیں ہے بس اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں نہ غُسل دینا آتا ہے نہ ہم اُس کا جنازہ پڑھنے کا طریقہ جانتے ہیں ہمیں کچھ پتہ نہیں ہے نہ پڑھانا نہ پڑھنا نہ کفن نہ دفن کچھ ہمیں پتہ نہیں کہ اب کرنا کیا ہے؟ تمہاری مہربانی ہے اگر تمہیں پتہ ہے تو ہمارے یہ کام کردو اُس نے کہا کہ مَیں کرادیتا ہوں مجھے معلوم ہے اُس نے طریقہ بتلایا ایسے غُسل دو ایسے کفن دو ایسے اس کا نماز جنازہ ہوگا اور یُوں کھڑے ہوجاؤ کچھ نہیں آتا تو یہ الفاظ میرے پیچھے کہتے رہنا اور اُس نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر اُس کو قبر میں دفنانے کا طریقہ بتایا قبر میں اُتارا اور اُس کے بعد وہ چلا گیا۔ اب جب وہ چلا گیا تو کچھ دُور جاکر اُس نے دیکھا کہ وہ جو کاغذات تھے اُس کے اہم اور ضروری وہ اُس کے پاس نہیں ہیں،

وہ گم ہیں، پریشان ہُوا واپس بستی میں آیا کہ وہیں کہیں رہ گئے ہیں۔ ڈھونڈا معلومات کیں کہیں
پر بھی کچھ پتہ نہیں چلا تلاش کیا مگر نا معلوم پھر اُسے خیال آیا اُس نے کہا ہو نہ ہو وہ کہیں قبر
کے اندر ہی گر گئے ہیں۔ جب میں اُس کو اُتار رہا تھا تو مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ وہاں گر گئے اور اندر
رہ گئے ہیں اور ایسے کاغذات ہیں کہ اگر وہ نہ ملے تو میرا بہت بڑا نقصان ہوگا تمہاری مہربانی
ہے کہ میرے کاغذات نکال دو، لوگوں نے کہا کہ بھائی تم نے تو ہم پر بہت بڑا احسان کیا تھا تم تو
ہمارے مُحسن ہو تو ہم تمہاری مدد کیوں نہ کریں جب تم پریشان ہو تو اَب ہم تمہاری مدد کرتے ہیں چلو قبر
کھودی قبر جو کھودی تو وہ مُعطّر تھی خوشبو سے مہک رہی تھی اور ایسے تھی جیسے کہ کوئی باغ ہو
اُس کی قبر لوگ حیران ہوگئے اور وہ شخص جو مرا تھا وہ بھی اُنہی کی طرح کا جاہل تھا جیسے وہ ویسا ہی
وہ بھی تھا۔ کچھ نہیں جانتا تھا۔ نہ نماز نہ روزہ اُس نے پوچھا کہ بات کیا ہے یہ وجہ کیا ہے؟ اس
کا یہ اعزاز اور اکرام موت کے بعد یہ شرف اُس کو کہاں سے مل گیا؟ اُنھوں نے کہا کہ کچھ پتہ نہیں
یہ تو ہماری طرح کا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تو اُنھوں نے کہا کہ گھر والوں سے پُوچھو گھر گئے گھر میں اُس
کی بیٹی تھی اور کوئی تھا نہیں اُس سے پُوچھا اُس نے کہا کچھ نہیں کرتا تھا یونہی پڑا رہتا تھا۔ کام
کیا اور آ گیا یُونہی پڑا رہتا تھا بے کار مسائل وغیرہ کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ کوئی تو بات سوچ کر
بتاؤ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ اعزاز اکرام فاسق فاجر کو نہیں مل سکتا ایسے دل کو جو ویران ہو اللہ اعزاز نہیں
دیتا۔ اُس نے کہا کہ مجھے تو کچھ یاد نہیں پڑتا۔ اتنی بات ہے کہ یہ جو کھونٹی پر کتاب لٹک رہی ہے
اس کو وہ نکال لیتا تھا روزانہ کھول لیتا تھا صُبح کو اور کھول کر رکھ لیتا تھا اور مطلب تو کچھ جانتا
نہیں تھا نہ پڑھتا تھا بس اُس پر اُنگلی پھیرتا تھا ہر سطر پر اور کہتا رہتا تھا کہ یو بھی سچ کہا یو بھی سچ
کہا یو بھی سچ کہا بس یہ کہتا رہتا تھا اُسے کچھ پتہ نہیں تھا۔ بس اُس کا ایمان تھا کہ اس کتاب میں
جو بھی کچھ ہے وہ سچ ہے بس اُنگلی پھیرتا اور کہتا یو بھی سچ کہا یو بھی سچ کہا تو اُس نے کہا کہ میں سمجھ
گیا کہ اُس کی یہ ادا ہے جو اللہ کو پسند آ گئی کہ اُس کو کچھ نہیں آتا تھا، لیکن اُس کی دل کی گہرائی میں اللہ
اور رسول اور اُس کی کتاب کی محبّت اُتری ہُوئی تھی وہ اُس کے کام آ گئی جس سے اُس کی نجات
ہوگئی تو نجات کا مدار جو ہے وہ دلی محبت ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ عمل کے مواقع فراہم کریں اُس
کے لیے عمل کرنا ضروری ہے یہ تو اُس کے لیے تھا کہ اُس کو دین سکھانے والا اُس علاقہ میں کوئی نہیں

تھا۔ پڑھ نہیں سکا کوئی پڑھانے والا نہیں تھا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لیکن جتنا اُس کے بس میں تھا وہ اُس نے کر لیا کہ مجھے ترجمہ بھی نہیں آتا۔ مجھے مطلب بھی نہیں آتا مجھے تلفّظ بھی نہیں آتا مجھے کچھ نہیں آتا تو اتنا تو مَیں کر سکتا ہوں کہ اسے کھول لُوں اور اُس پر اُنگلی پھیر لُوں اور یہ کہہ دوں کہ یا اللہ یہ بھی سچ ہے یہ بھی سچ کہا اتنا کہہ دوں تو اتنا ہی اُس نے کر لیا، لیکن اِس ماحول میں جس میں ہم رہتے ہیں یہاں تو عُلما موجود ہیں دینی مدارس موجود ہیں اس لیے اس واقعہ کا کوئی یہ مطلب نہ لے کہ میں بھی یہی کر لوں تو کام بن جائے گا نہیں، وہ مکلف ہے اس چیز کا کہ دین سیکھے قرآن سیکھے اُس پر عمل کرے تو فرمایا کہ عورت سے بھی سوال کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو انعام آپ پر اس ملک میں کر رکھا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی کہ مدارس کا ایسا جال بچھا دیا ہے یہ نعمت کہیں اور نہیں ہے اس کی قدر کریں اور اس وقت دُنیا بھر میں یہ سازش ہو رہی ہے۔ کُفر اس چیز سے پریشان ہے کہ یہ مدارس کا جال جو بظاہر وسائل سے خالی ہے کوئی وسائل نہیں۔ کوئی پیسہ نہیں کوئی شاندار اور عمارتیں نہیں ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ بس آہستہ آہستہ ایک دینی کام کرتے رہتے ہیں اور اس وجہ سے پُوری دُنیا میں جو اسلامی تحریک چل رہی ہے اس نے پُورے مغرب کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ابھی کچھ دن ہوگئے۔ پچھلے دنوں مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے ہُوئے تھے وہ یہ واقعہ سُنا رہے تھے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں دُنیا بھر کے محققین آتے ہیں۔ یورپ کے جتنے بھی عیسائی محقق ہیں وہ جمع ہوتے ہیں اور دُنیا میں سیاسی معاملات جو پیش آتے ہیں سیاسی اُتار چڑھاؤ اُس پر گفتگو اور مباحثہ کرتے ہیں۔ اُس کے اسباب پر بحث کرتے ہیں اُس کا حل اور نتیجہ سوچتے ہیں کہ کیا ہے؟ تو وہاں ایک اسلامک سینٹر ہے لندن میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں کھولا گیا ہے۔ دو تین سال پہلے جب میرا انگلینڈ جانا ہُوا تو میں بھی اس سینٹر میں گیا تھا۔ وہاں ہندوستان کے ایک صاحب ہے جو اُس کے ڈائریکٹر ہیں اُن سے وہاں میری بھی ملاقات ہُوئی تھی تو وہ (مولانا ارشد مدنی صاحب) بتلا رہے ہیں کہ وہاں ایک مکالمہ ہُوا اُس میں کئی دن بحث ہوتی رہی۔ اسلام کی بُنیاد پرستی کی جو لہر دوڑ رہی ہے اُسے وہ بُنیاد پرستی کہتے ہیں۔ الجزائر میں اور دُنیا بھر میں اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اس کے اسباب کیا ہیں؟ کہنے لگے کہ کئی دن بات ہوتی رہی بالآخر سب کا اس پر اتّفاق تھا کہ اس کی بُنیاد اور اُس کی اصل جڑ ہندوستان ہے یہ وہاں سے چلی ہے اور ہندوستان اور

پاکستان میں دیکھا جائے تو یہاں نہ حکومت اسلامی ہے اقتدار تو ہے ہی نہیں یہاں علماء کا، اور نہ قانون اسلامی ہے نہ سزائیں اسلامی ہیں۔ عدل و انصاف ہے ہی نہیں قانون بھی انگریز کا ہے۔ یہاں وہی تعزیراتِ ہند جو انگریز نے بنائی تھیں پاکستان بننے کے بعد اُس کا نام تعزیراتِ پاکستان ہو گیا۔ وہی قوانین چل رہے ہیں پھر کیا وجہ تھی کہ وہ اسی کو سبب قرار دے رہے ہیں کہ یہ خطہ ہے ہندوستان میں دیکھیں تو وہاں ہندوؤں کی حکومت ہے مسلمانوں کی نہیں صرف ایک وجہ ہے کہ دو قوتیں یہاں موجود ہیں اس خطہ میں جن کا مرکز ہندوستان اور پاکستان ہے۔ وہ مدارس اور تبلیغی جماعتیں ہیں۔ بس یہ دو قوتیں ہیں کہ ۔ ساری دُنیا میں ان کے اثرات جا رہے ہیں ان سے نکل کر علماء دنیا بھر میں پھیل رہے ہیں اور تبلیغی جماعت دُنیا بھر میں پھیل چکی ہے اور اس کی وجہ سے بہت فائدہ ہُوا ہے یہ وجہ ہے اس کی اب دُنیا بھر میں باقاعدہ منصوبہ بندی کی جارہی ہے کہ کسی طرح ان مدارس کو نقصان پہنچایا جائے اور ان کے جو اثرات ہیں اُن کو ختم کیا جائے چنانچہ آپ چند سالوں سے دیکھیں کہ ہمارے ملک میں باقاعدہ اخبارات اور ٹی وی پر ۔۔۔ اس قسم کا پراپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ اُس میں ذمّہ دار علماء کو قرار دیا جا رہا ہے اور یہ قرار دیا جاتا ہے کہ جو دہشت گرد ہیں وہ یہاں سے پیدا ہو رہے ہیں حالانکہ یہاں سے دہشت گرد پیدا نہیں ہو رہے اگر یہاں سے دہشت گرد پیدا ہوتے تو سب سے زیادہ یورپ کے محقق اس پر خوش ہوتے اور بغلیں بجاتے وہ فکرمند نہ ہوتے وہ پریشان نہ ہوتے، حالانکہ وہ پریشان ہیں اور اُنھوں نے کہا ہے کہ اِس کے ذمہ دار وہ ہیں ان کا یہ کہنا یہ اتنی بڑی سند ہے مدارس کے حق میں کہ اس سے بڑی کوئی سند نہیں سب سے بڑی سند ان کا یہ کہہ دینا ہے کہ ہندوستان سے یہ لہر چلی ہے یہ تو وہ خود مان رہے ہیں اُن کا یہ کہنا ہمارے لیے اعزاز اور فخر ہے ہم تو اس پر جتنا خُدا کا شکر ادا کریں کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مدارس اس ملک میں اس علاقہ میں ہمارے ہاں پیدا فرما دیے ہیں اور یہ نعمت ہمیں عطا فرما دی تو یہ موقع ہے کہ ہم دین کی اور مدارس کی خدمت کریں۔ علمِ دین حاصل کریں۔ علمِ دین حاصل نہیں کر سکتے تو جتنی مدد بھی جس انداز میں کر سکتے ہیں وہ کریں مال سے کر سکیں زبان سے کر سکیں جیسے کر سکیں یہ آپ کا اور میرا ہر ایک کا فرض ہے اگر یہ نہ کیا اور اس میں کوتاہی ہوگئی اور خدانخواستہ مدارس پر زد آ گئی تو یاد رکھیے کہ دین اس خطے سے ختم ہو جائے گا۔ بُنیاد اور بُنیادی قلعہ دین کا اگر کوئی ہے

تو وہ مدارس ہیں ان کی حفاظت اس وقت تمام بڑے بڑے فرائض سے بڑی ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دینی مراکز کی علماء حق کے مراکز کی اُن خانقاہوں کی اُن کی مساجد کی اُن کے مدارس کی حفاظت کرے جس طرح بھی اُس کے بس میں ہو یہ فرائض میں سے ہے یہ کسی پہ احسان نہیں ہوگا بلکہ اپنے پر احسان ہوگا۔ خدانخواستہ اگر اس میں کوتاہی ہوگئی تو کل قیامت کے دن اس کا سوال اللہ تعالیٰ کریں گے کہ مَیں نے تمہیں یہ نعمت دی تھی تم نے اس کی کیا قدر کی اور ہر شخص کو آپ میں سے جواب دینا پڑے گا۔ ہمارے ذمّہ ہے کہ ہم ان دینی مراکز کی حفاظت کریں کچھ نہیں کر سکتے تو دُعا کرتے رہیں اللہ تعالیٰ سے کہ اے اللہ ان کی حفاظت فرما ان کو ترقی عطا فرما یہاں سے رجالِ کار پیدا فرما آپ سوچیں کیا دینی طلباء سکول کالج میں نہیں پڑھ سکتے کیا یہاں کے طالب علم ذہین نہیں ہیں کیا ان میں ذہانت نہیں ہے کیا کمپیوٹر ٹریننگ حاصل نہیں کر سکتے کیوں نہیں کر سکتے۔ ہمارے طلبہ کر رہے ہیں یہاں کے پڑھنے والے کمپیوٹر ٹریننگ بھی حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں جو مدرّس اور اساتذہ ہیں اُن میں پانچ چھ اساتذہ ایسے ہیں جو کاروباری طبقے سے تعلّق رکھتے ہیں۔ مدرسہ سے تنخواہ بھی نہیں لیتے شروع سے آخر تک یہی پڑھا ہے اور یہیں پہ کام کر رہے ہیں۔ دین کی خدمت کر رہے ہیں اور تجارت بھی کر رہے ہیں تو کیا یہ آپ نہیں کر سکتے ؟ یہ سب کا فرض ہے ہمارے نائب مفتی ہیں وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ پریکٹس کرتے ہیں اور یہاں پہ مفتی ہیں ہمارے یہاں فتویٰ دیتے ہیں تو آپ ایسا کیوں نہیں کر سکتے ؟ آپ اپنے ہر بچّے کو عالم بنائیں اور یہ آپ پر ضروری ہے عالم بنانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اُس سے کوئی کام نہ لیں اُس سے کام لیں آپ اگر تاجر ہیں تو اُسے تجارت میں لگائیں آپ ملازم ہیں اُسے ملازمت میں لگائیں۔ آپ افسر ہیں تو افسر بنائیں ججوں سے تعلّق ہے تو اُسے جج بنائیں اس سے ہم منع نہیں کرتے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اِسے بتلاؤ کہ تمہاری کامیابی کس میں ہے۔ یہ جان جائے پھر جو چاہے کرے پھر جہاں بھی جائے گا جس میدان میں بھی جائے گا ایک مثال ہوگا، نمونہ ہوگا۔ یہ اگر سیاست دان بنے گا تو مثالی سیاستدان بنے گا۔ سائنسدان بنے گا تو مثالی سائنسدان بنے گا۔ تاجر بنے گا تو مثالی تاجر بنے گا، نمونہ ہوگا اس کا ایک اخلاق ہوگا جو اسے سب میں ممتاز اور نمایاں کر دے گا تو یہ فرض ہے اور ایک نعمت ہے جو مفت میں مل رہی ہے اور یہ ہمارے ذمّہ ہے کہ ہم یہ علم دین حاصل کریں لہٰذا والدین

پر عورتوں پر جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اُن کی ذمّہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو جہنّم سے بچائیں اگر قرآنِ پاک اور دین سکھا رہے ہیں تو اُن میں ایسا ماحول بھی دیں کہ وہ اُس پر قائم رہ سکیں ماحول ایسا نہ دیں کہ انھیں پھر اس پر شرم آئے ان کی حوصلہ افزائی کریں اُن کی ہمّت افزائی کریں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں سے جو غلام ہے وہ بھی راعی ہے کسی آدمی کا جو غلام ہے وہ اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اُس سے اُس مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اُس مال کی تم نے کیسے حفاظت کی ؟ یہ اُس سے سوال اللہ تعالیٰ کریں گے تو غلام سب سے نچلے طبقہ کی چیز ہوتی ہے سب سے نچلے طبقہ کے آدمی کو بھی نبی علیہ السّلام فرمارہے ہیں کہ وہ بھی کسی نہ کسی چیز کا ذمّہ دار ہے تو اُونچے طبقہ کا انسان ہو درمیانے طبقہ کا انسان ہو، نچلے طبقہ کا انسان ہو، ہر شخص سے اللہ تعالیٰ سوال کریں گے۔ لہٰذا ہماری ذمّہ داری ہے کہ ہم دین کو سمجھیں سیکھیں اِسے حاصل کریں اس پر عمل کریں اور جو کر رہے ہیں اُن کے ساتھ تعاون اور مدد کریں ان مدارس کی حفاظت کریں اِن کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دُعا گو رہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سب کو اپنے دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے استقامت عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ میں آخر میں پھر آپ حضرات کا اور جتنے مہمان ہیں سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اپنی طرف سے بھی اور اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب مدظلہم العالی کی طرف سے بھی اگرچہ وہ موجود نہیں ہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں امریکہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

میرے حضرتؒ — میرا جامعہ

مولانا میاں عبد الرحمٰن صاحب

جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور ملک کے اہلِ حق کے ممتاز مدارس میں ایک مقام رکھتا ہے۔ اس ادارے کے بانی اور شیخ الحدیث میرے مربّی اور شفیق اُستاذ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ہیں۔ جامعہ کے سنگِ بنیاد کو کم و بیش چالیس سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے۔ شروع دن سے اب تک تعلیم و تعلّم کا سلسلہ نہایت احسن انداز سے جاری و ساری ہے۔ اساتذہ کرام کمال خلوص سے اور نہایت دل جمعی سے پڑھا رہے ہیں۔ جامعہ مدنیہ پر مختلف حالات آئے۔ مشکلیں پیش آئیں پریشانیوں کے پہاڑ ٹوٹے مگر بانی مدرسہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلوص کے اثرات ہیں کہ تعلیم و تعلّم میں کسی موقع پر بھی کسی نوعیّت کا تعطّل پیدا نہ ہوا۔ یہ محض اللہ کا فضل اور اسی کا کرم اور حضرت کے خلوص کی برکات کا نتیجہ ہے۔ عجیب بات ہے حضرتؒ میں استقامت ہمّت، بردباری برداشت اور حالات کا مقابلہ کرنا یہ اُن کا طرّۂ امتیاز تھا۔ دھیمہ انداز پُرکشش چہرہ متانت اور سنجیدگی کی تصویر تقوٰی کا نمونہ اور سراپا شرافت ہی شرافت نظر آتی۔ جامعہ کے معاملات میں نہایت محتاط مدرسہ کے اساتذہ کرام کا نہایت احترام اور پیار، مشورہ قبول کرنے میں وسیع القلب بڑی سے بڑی مشکل آجائے اس پر اپنے ربّ ہی سے رجوع اور ہر ایک کو صبر کی تلقین یہ حضرت کا امتیازی انداز اور تکلّفات کی دُنیا سے کوسوں دُور ہر تعلّق والا یہ سمجھتا کہ حضرت سے میرا ہی زیادہ تعلّق ہے یہ ہے اخلاق کی بلندی آپ اکابر کا نمونہ اور یادگار تھے۔ اللہ نے جامعہ کو ایسے

ایسے اساتذہ کرام مرحمت فرمائے جن کی عالمی شہرت پاک و ہند میں مسلّم رہی۔ حضرت مولانا شریف اللہ خان صاحب شاگرد حضرت شیخ الہندؒ و سابق صدر مدرس جامعہ امینیہ دہلی۔ حضرت مولانا میرک شاہ صاحب حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ۔ حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب مدظلہم ——— حضرت مولانا کریم اللہ صاحبؒ حضرت مولانا فرقان صاحبؒ حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہم حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحبؒ ——— حضرت مولانا مرزا گل صاحبؒ ان کے علاوہ بھی بہت سے اکابر اساتذہ کرام جامعہ میں پڑھاتے رہے ہیں۔ آج بھی انہی اکابر کے فیض یافتہ اساتذہ کرام جامعہ ہٰذا میں کمال اخلاص کے ساتھ پڑھا رہے ہیں۔ جامعہ کا تعلیمی انداز بھی نہایت نرالا اور پیارا ہے۔ المختصر یُوں سمجھیے اکابر کے پُرانے طریق کو اپنائے ہُوئے ہیں۔ یعنی طلبا میں پڑھنے پڑھانے کی استعداد پیدا کی جائے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت اور اصلاح پر بھی پُوری پُوری توجہ دی جا رہی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے مندرجہ بالا گفتگو میں جامعہ کے بارے میں عرض کیا اس کی ایک اور امتیازی شان ہے وہ یہ کہ موجودہ مروجہ جو طریق ہیں۔ مثال کے طور پہ نام و نمود اور دکھلاوا۔ ریاکاری کا انداز عملی کام کم کاغذی کارروائی زیادہ جامعہ اس سے پاک ہے۔ جامعہ کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا رشید میاں صاحب دامت برکاتہم و نائب مہتمم حضرت مولانا محمود میاں صاحب اپنے عظیم والد کے عظیم ورثے کو نہایت خاموشی کے ساتھ وردِ دل سے چلا رہے ہیں جو کہ دیگر مدارس کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

اللہ پاک جامعہ مدنیہ سمیت اہلِ حق کے تمام مدارس کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

توجہ فرمائیں

انوارِ مدینہ کے بعض ممبران کے رسائل جو بذریعہ ڈاک ارسال کیے جاتے ہیں۔ پتہ نامکمل یا غلط ہونے کی وجہ سے واپس ہو جاتے ہیں۔ للہٰذا ایسے ممبران جن کو رسالہ نہیں مل رہا دفتر سے رابطہ فرما کر اپنا پتہ دُرست کروالیں تاکہ رسالہ باقاعدگی سے پہنچتا رہے

وفیات

حضرت مولانا سیّد نافع گل صاحب کاکاخیل رح سابق مدرس دارالعلوم دیوبند کی اہلیہ محترمہ طویل عرصہ عارضہ قلب میں مُبتلا رہنے کے بعد گزشتہ ماہ کی ۷ تاریخ کو سخاکوٹ مالاکنڈ ایجنسی میں وفات پاگئیں۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت نیک دُعا گو خاتون تھیں۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کی مغفرت فرماکر اپنے ہاں بلند درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

○

گزشتہ سے پیوستہ ماہ کی ۲۶ تاریخ کو مولانا محمّد بنوری صاحب اپنے گھر واقع بنوری ٹاؤن میں پُراسرار طور پر مردہ حالت میں پائے گئے۔ انّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون ان کی المناک ہلاکت کے اسباب مختلف بیان کیے جارہے ہیں۔ حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرماکر آخرت کے بلند درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

○

جناب حاجی شفیع صاحب اور جناب حاجی رشید صاحب (مکّہ پریس) کے بھائی جناب محمّد رفیع صاحب گزشتہ ماہ ۲۳ رجون کو جگر کے کینسر کے سبب وفات پاگئے اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت نیک اور محنتی النسان تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جملہ مرحومین کے لیے جامعہ میں ایصال ثواب کرایا گیا۔ قارئین سے بھی دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شریعت عبارت ہے ان تمام احکام کلّی وجزوی اور اُصولی وفروعی سے جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے اور جن کو محمدّ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بدعوائے وحی پیش کیا پس احکام قرآنی کے کسی ایک جزء کا انکار بھی اس کے کل کا انکار ہے اور پھر اس شخص کو اپنے تئیں مسلمان کہنے کا حق حاصل نہیں جو احکامِ قرآنی میں سے کسی جزئی یا فروعی حکم کا حکم کا بھی منکر ہو پس لڑکیوں کا ترکہ بنصِ صریح قرآنی ثابت ہے (لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ) اور جو شخص یا قوم اس سے منکر ہے اس کا وُہی حکم ہے جو حضرت ابوبکر رضؓ کی آغاز خلافت میں منکرین زکات (زکوٰۃ) کا تھا۔ ان کی مثال ان منافقین کی سی ہے جو کہتے تھے کہ

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا

(۴-۱۵)

ایک ملک کے مُسلمانوں کا اور علی الخصوص عُلماء کا فرض ہے کہ جس قدر سعی ان کی اصلاح اور اس حکمِ شریعت کے احیاء میں ہو سکے اس سے دریغ نہ کریں ابتداء میں وسائلِ حسنہ عمل میں لائیں باز نہ آئیں تو کچھ مضائقہ نہیں اگر مصلحۃً سختی اور درشتی سے بھی کام لیں اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور شادی غمی کی شرکت بالکل بند کر دیں آج کل کے زمانے میں احیائے شریعت کے لیے سب سے بڑی ضرورت اسی شئے کی ہے اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ اعظم بُنیادِ ایمان سے ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ دَورِ اسلام کے لیے انتہا درجے کی غُربت کا دَور ہے اس وقت ہزار نمازوں اور روزوں سے بڑھ کر عبادت یہ ہے کہ شریعت کی کوئی ایک مٹی ہوئی نشانی بھی زندہ کر دی جائے فی الحقیقت یہ کم از جہاد فی سبیل اللہ نہیں زہے نصیب اس بلند طالع کے جس کو احیائے شریعت کی توفیق بارگاہ الٰہی سے مرحمت فرمائی جائے۔

الہلال ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء

قسط : ۱

حکیم محمود احمد ظفر۔فرانکفرٹ (جرمنی)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

مکّہ کی فضا ظلم وجور کے سیاہ بادلوں سے ہر روز گھمبیر سے گھمبیر تر ہو رہی تھی۔قریشِ مکّہ کی ستم رانیاں مسلمانوں کے صبر وتحمّل کا امتحان لے رہی تھیں، لیکن سیّدنا حمزہ رضؓ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ نے قریشِ مکّہ پر ایک بجلی کا کام کیا۔ ان حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ حمزہ رضؓ جیسا بہادر آدمی مسلمانوں کا بہی خواہ اور اسلام کا حامی و ناصر ہو جائے گا۔ سیّدنا حمزہ رضؓ کے اسلام نے ان کی پریشانیوں میں اور اضافہ کر دیا اور مسلمانوں کے لیے ہدایت کا راستہ اور روشن ہو گیا۔ سیّدنا عمر رضؓ کا ایمان لانا خرمن کفر پر بجلی ثابت ہوا۔ وہ ۶ھ نبوّت میں ایمان لائے۔اور علمائے سیر نے لکھا ہے کہ وہ سیّدنا حمزہ رضؓ سے تین روز بعد دولتِ ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے اور کفر کی کمر ہمّت ٹوٹ گئی اور وہ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مشن اور دعوت کے سامنے اپنے کو بے بس سمجھنے لگے۔ان کے اسلام کی برقِ تاباں سے قریش کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ ۵ھ نبوّت میں حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ (زرقانی جلد ا ص ۲۷۲)

اس بات میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ سیّدنا عمر رضؓ کے اسلام لانے کا اصلی اور حقیقی سبب تو سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعا ہے۔ آپؐ نے اوّل تو یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ ! عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو قوت و نصرت عطا فرما۔"

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن

صحیح ہے۔

(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹، دلائل النبوۃ بیہقی ج ۲ ص ۳)

بعد ازاں بذریعہ وحی آپ کو بتا دیا گیا کہ ابوجہل کے مقدر میں تو اسلام نہیں۔ تب آپ نے خاص طور پر سیّدنا عمر بن الخطاب کے لیے دعا فرمائی۔

اللّٰھم ایّد الاسلام بعمر بن الخطاب خاصة

اے اللہ! عمر بن الخطاب کے ساتھ خصوصی طور پر اسلام کو قوّت عطا فرما

(زرقانی ج ۱ ص ۲۷۳، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۹)

ایک اور روایت جو ابن عمرؓ اور ابن عبّاس سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"اللّٰھم اعز الدین بعمر" (اے اللہ دین کو عمرؓ سے عزّت عطا فرما۔)

(طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۶۹، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۸۳، تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۱ ص ۱۷۲)

سیّدنا عمرؓ کے اسلام کا سبب جو دُعائے نبوی ہے اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان پر اس دُعا کی وجہ سے بالکل اچانک اسلام منکشف ہوگیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اعلیٰ اخلاقی زندگی، آپ کا شب و روز دعوت و تبلیغ دین میں مشغول رہنا۔ مخالفتوں کی وجہ سے آپ کا اور آپ کے پیغام کا مستقل چرچا جس کی وجہ سے ہر ایک کے لیے آپ کا وجود ایک سوالیہ نشان بن گیا تھا۔ ان تمام چیزوں نے بے شمار لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کی تخم ریزی کر دی تھی۔ قبائلی عصبیت اور اسلاف پرستی کی وجہ سے ایک شخص بظاہر عناد اور ضد میں مبتلا ہوتا، مگر اندر ہی اندر اسلام کی خاموش پرورش کو بھی وہ روک نہ سکتا تھا۔ سیّدنا عمرؓ کے اسلام کے بارہ میں عام شہرت یہ ہے کہ اچانک ایک واقعہ آپ کے اسلام لانے کا سبب بن گیا، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔ یہ دُرست ہے کہ آخری مرحلہ میں آپ کے اسلام کا محرک بلا شبہہ یہی واقعہ تھا، لیکن اس کی ابتدائی تخم ریزی آپ کے دل میں بہت پہلے ہوچکی تھی۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیّدنا عمرؓ اپنی سخت خوئی تُند مزاجی اور طبیعت کی درشتی کی وجہ سے تمام مکّہ میں مشہور تھے اور مُسلمانوں کو طویل عرصہ تک ان کی سختیاں برداشت کرنا پڑیں، لیکن جملہ روایات پر مجموعی نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ رفتہ رفتہ اسلام ان کے قلب میں جاگزین ہوا جب وہ مسلمانوں پر تشدّد کرتے تو ان کے صبر کو دیکھ کر ان کے قلب پر ایک اثر ہوتا کہ آخر اسلام میں کوئی خُوبی تو ہے تبھی تو یہ لوگ ہمارے ہاتھوں اتنی تکالیف اور سختیاں برداشت کر کے بھی اسلام کی شاہراہ پر گامزن ہیں، لیکن اس کے ساتھ عمرؓ باپ دادا کی ایجاد کردہ رسموں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اور کسی صورت میں بھی اُن کو چھوڑنے یا ان میں ردّ و بدل کرلے کے لیے تیّار نہ تھے۔ دوسرے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور بھی ان کے ذہن کو متأثر کرتیں اور بُتوں کی پوجا کے بارہ میں جب اسلام کی تعلیمات پر وہ غور کرتے ـــ کہ یہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ کوئی نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں تو ان کے دل میں ان بُتوں سے نفرت کے جذبات بھی پیدا ہوتے۔ گویا کہ اُن کے قلب و ذہن میں متضاد قسم کے جذبات باہم دست و گریبان تھے۔ پھر ایک ایسا وقت کہ مُسلمانوں کی غریب الوطنی سے ان کا دل بھر آیا اور یہ دیکھا گیا کہ وہ عمرؓ جو مسلمانوں پر ظلم و تشدّد کر کے نہایت خوش ہوتا مکّہ سے مسلمانوں کو ہجرت کرتا دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں رقت پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ محمد ابن اسحاق کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ام عبداللہ بنت ابی حشمہ فرماتی ہیں کہ

" بخدا ! ہم لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور میرے شوہر عامرؓ اپنی بعض ضروریات کے لیے گھر سے باہر گئے ہوئے تھے، اتنے میں عمر بن الخطاب آگئے اور میرے پاس کھڑے ہوگئے وہ ابھی تک اسلام نہ لائے تھے۔ ہم لوگوں کو اُن سے بڑی تکلیفیں اور سختیاں پہنچی تھیں۔ اُنھوں نے مجھے کہا : " ام عبداللہ ! کوچ ہو رہا ہے "۔ میں نے جواب دیا : " ہاں، خدا کی قسم، ہم لوگ اللہ کی زمین میں سے کسی اور زمین میں چلے جائیں گے، اس لیے کہ تم لوگ ہمیں ستاتے ہو، اور ہمارے اُوپر تشدّد کرتے ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کوئی خلاصی کی جگہ پیدا کر دے "۔ ام عبداللہ کہتی ہیں ! " عمرؓ نے کہا : " خدا تمہارا ساتھی ہو "۔ (صحبکم اللہ) یہ کہتے ہُوئے اُن کی آنکھوں میں رقت سی پیدا ہوگئی۔ جو مَیں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے

بعد وہ چلے گئے اور ان کو ہمارے مکّہ سے جانے کا بہت ملال تھا۔" (دلائل النبوۃ بیہقی جلد۲ ص۹، البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۷۹، سیرۃ ابن ہشام جلد ا ص ۳۴۳)

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سیرۃ ابن ہشام میں مروی ہے سیّدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حرم کعبہ میں گیا اور چاہا کہ بیت اللہ کا طواف کروں۔ مَیں نے وہاں رسول اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت فرمار ہے تھے (ایک روایت میں ہے کہ سورۃ الحاقہ کی تلاوت فرمار ہے تھے)، فرماتے ہیں کہ مَیں غلافِ کعبہ کے پیچھے چھپ کر آپ کا قرآن سُننے لگا۔ جب مَیں نے آپ سے قرآن سُنا تو میرے دل میں رقت پیدا ہوئی پس مَیں خوب رویا اور میرے قلب میں اسلام داخل ہوگیا۔ مَیں وہیں غلافِ کعبہ کے پیچھے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی نماز ختم فرمائی۔ آپ وہاں سے چل دیے اور مَیں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میری آہٹ محسوس کی تو مجھے پہچان لیا۔ آپؐ نے یہ سمجھا کہ میں آپ کو اذیّت دینے کے لیے آپ کا تعاقب کر رہا ہوں۔ آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تمہارے ایمان لانے کا وقت نہیں آیا۔ مَیں نے کہا: "آگیا ہے"۔ اس بات پر سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ کا شُکر ادا کیا۔ پھر فرمایا: "اے عمرؓ! اللہ تمہیں ہدایت دے"۔ پھر آپؐ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور میرے لیے دُعا فرمائی۔ اس کے بعد مَیں تو واپس آگیا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ا ص ۳۴۸ - ۳۴۹)

اسی طرح کی ایک روایت علامہ ابن الجوزیؒ نے بھی نقل فرمائی ہے۔ (عمر بن الخطاب ابن الجوزی ص ۶) اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا عمرؓ کے قلب کی زمین میں اسلام کی تخم ریزی ہو چکی تھی، لیکن ابھی اُن کے اندر جاہلی جذبات اور آباؤ اجداد کے رسمی دین کی عظمت کے احساس کا چھلکا اتنا مضبوط اور سخت تھا کہ دل کے نہان خانہ میں اٹھکیلیاں لینے والی حقیقت کے مغز پر غالب رہا۔ آخر ایک روز لسان نبوّت سے یہ دُعا نکلی: "اے اللہ! خاص عمر بن الخطاب سے اسلام کو قوت دے"۔

ادھر عمرؓ اپنی سخت طبیعت کے باعث پیغمبر اسلام کے قتل کے منصوبہ سے گھر سے نکلے

ادھر سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا اجابت کے دروازے کو کھٹکھٹا رہی تھی بلکہ اجابت اس دُعا کے استقبال کے لیے آئی۔ خود فرماتے ہیں کہ میں ابتداء میں پیغمبرِ اسلام کا سخت مخالف تھا اور دینِ اسلام کی شدید نفرت میرے قلب و ذہن میں موجزن تھی۔ ایک دن ابوجہل نے جو رشتہ میں سیّدنا عمر رضؓ کا ماموں لگتا تھا یہ اعلان کیا کہ جو شخص محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کرے گا اس کے لیے میں ایک سو اُونٹ کا کفیل اور ضامن ہوں۔ عمر رضؓ کہ یہ بات مَیں نے کسی شخص سے سُنی، لیکن کچھ اعتبار نہ آیا، چنانچہ میں خود ابوجہل کے پاس گیا اور بالمشافہ اس سے بات کرکے اس بات کی تصدیق کی۔ ابوجہل نے کہا: "میں واقعی ضامن اور کفیل ہوں"۔ دل میں دُشمنی اور مخالفت کے جذبات تو موجزن تھے ہی، ادھر سے سو اُونٹ کا انعام، جو اس زمانہ کے لحاظ سے ایک بہت بڑا انعام تھا، پھر آباؤ اجداد کے دین کا تحفّظ اور تقلیدی عصبیت ان سب باتوں کے پیشِ نظر عمرؓ آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوا۔ اور یہ جُرأت صرف اور صرف عمر رضؓ ہی میں تھی۔ مکّے کا اور کوئی نوجوان اکیلے یہ جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ خود کہتے ہیں: "خیال تھا کہ آپ کو (معاذاللہ) قتل کرکے اس خلفشار کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دوں جس نے قریش کی زندگی تلخ کر دی ہے اور معاشرتی زندگی میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے"۔

سیّدنا عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ میں اس ارادۂ بد سے تلوار لے کر نکلا۔ راستہ میں ایک بچھڑا نظر پڑا جس کو لوگ ذبح کرنا چاہتے تھے۔ میں بھی اس کو دیکھنے کے لیے کھڑا ہوگیا۔ یکایک مَیں نے یہ آواز سُنی۔ معلوم ہوتا تھا کہ بچھڑے کے پیٹ میں سے کوئی پکارنے والا یہ کہہ رہا ہے

یا آل ذریح، امر نجیح، رجل یصیح، بلسان فصیح یدعو الٰی شهادة أن لا اله الا الله وأن محمدًا رسول الله

اے آلِ ذریح! ایک کامیابی کی بات ہے، ایک شخص نہایت فصیح زبان کے ساتھ یہ کہہ رہا ہے اور اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس کے رسول ہیں۔

سیّدنا عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ آواز سُنتے ہی معاً میرے قلب کی گہرائیوں میں یہ خیال مچلنے

لگا کہ یہ آواز مجھی کو دی جا رہی ہے اور مَیں ہی اس آواز کا اصل مخاطب ہوں۔

(زرقانی ج ۱ ص ۲۷۶، فتح الباری ج ۷ ص ۱۳۸)

کوئی نرم دل ہوتا تو اسی آواز کو سُن کر اپنے ارادۂ بد سے باز آجاتا، لیکن یہاں تو سیدنا عمرؓ جیسا سخت دل انسان تھا جس کے دل کی سختی میں کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی آہ و بکا اور چیخ و پکار بھی نرمی پیدا نہ کرتی تھی۔ بعض روایات کے مفہوم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عمرؓ اپنے مُسلمان دوستوں کی ہجرت (حبشہ) پر بھی دل گرفتہ تھے، لہٰذا ان کے عزمِ صمیم میں اس بچھڑے کی آواز سے کوئی فرق نہ آیا، لہٰذا اپنے اس ارادۂ بد کی تکمیل کے لیے آگے بڑھے۔ ابھی چند قدم ہی آگے گئے تھے کہ نعیم بن عبداللہ النّحام رضؓ (جو کہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے، لیکن اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا۔ النحام، نحمہ سے مشتق ہے جس کے معنی آہٹ یا کھنکار کے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے بارہ میں فرمایا سمعت نحمتہ فی الجنۃ، میں نے جنّت میں ان کی کھنکار سُنی۔ اسی خوشخبری کی وجہ سے ان کا لقب النّحام ہوگیا۔ سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ ص ۳۴۹) مل گئے۔ نعیمؓ نے دیکھا کہ عمرؓ کے تیور نہایت کشیدہ ہیں۔ پُوچھا: "ابن الخطاب کیا ارادہ ہے؟" عمرؓ نے جواب دیا: "اس فتنہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے جا رہا ہوں جو محمدؐ نے برپا کر دیا ہے۔" نعیمؓ نے کہا: "محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے؟" عمرؓ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی صابی (بے دین) ہوگیا ہے اور اپنے باپ دادے کا دین چھوڑ بیٹھا ہے۔ نعیم بن عبداللہؓ نے کہا! "ابن الخطاب! محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ختم کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہؓ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زیدؓ دونوں صابی ہو چکے ہیں اور باپ دادا کے دین کو خیرباد کہہ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔

عمرؓ ان اشتعال انگیز اور طعن آمیز فقرات کو کب برداشت کر سکتے تھے۔ ان فقروں کو سُنتے ہی غصّہ سے بپھر گئے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تلاش چھوڑ کر بہن کے گھر پہنچ گئے۔ سیّدنا خباب بن الارتؓ جو ان کی بہن اور بہنوئی کو قرآن حکیم کی تعلیم دے رہے تھے عمرؓ کی آہٹ سُنتے ہی چھپ گئے۔ عمرؓ گھر میں داخل ہوئے، مگر تلاوت قرآن کی کچھ

(بقیہ بر صفحہ ۵۴)

جاوید احمد غامدی صاحب کے افکار و نظریات

"قانونِ میراث" کا تنقیدی جائزہ

(قسط:۳)

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُ الواحدِ زید مجدہم
مُدرِّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

ان قوله تعالى للذكر مثل حظ الانثيين يفيد ان حظ الانثيين ازيد من حظ الانثى الواحدة و الالزم ان يكون حظ الذكر مثل حظ الانثى الواحدة و ذلك على خلاف النص واذا ثبت ان حظ الانثيين ازيد من حظ الواحدة فنقول وجب ان يكون ذلك هو الثلثان لانه لاقائل بالفرق

ثانی قول الٰہی للذکر مثل حظ الانثیین سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ دو لڑکیوں کا حصّہ ایک لڑکی کے حصّہ سے زیادہ ہو، ورنہ لازم آئے گا کہ ایک لڑکے کا حصّہ ایک لڑکی کے حصّے کے برابر ہو حالانکہ یہ بات نص کے خلاف ہے اور جب ثابت ہے کہ دو لڑکیوں کا حصّہ ایک لڑکی کے حصّے سے زائد ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کا دو تہائی ہونا واجب ہے کیونکہ فرق کا کوئی قائل نہیں ہے۔

الثالث انا ذكرنا فى سبب نزول هذه الآية انه عليه السلام اعطى بنتى سعد بن الربيع الثلثين وذلك يدل على ما قلناه

ثالث اس آیت کے سبب نزول میں ہم نے ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے سعد بن الربیع کی دو بیٹیوں کو دو تہائی دیا۔ یہ ہمارے قول پر دلیل ہے۔

جمہور صحابہ اور ائمہ مجتہدین جن میں تفسیر قرآن کی شرائط بھی پائی جاتی تھیں نے اور دلائل بھی ذکر کیے ہیں، لیکن وہ دلیل جو جاوید صاحب نے دی ہے اس کو کسی نے بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ

جاوید صاحب کے بقول "اس حذف کا قرینہ بالکل واضح ہے"۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جو قرینہ بالکل واضح ہو وہ چودہ صدیوں تک کسی کو نظر نہ آیا ہو بلکہ اب بھی اس کو تسلیم کرنا دشوار ہو رہا ہو۔

علّامہ آلوسی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان سے رجوع ثابت ہے۔

ولعله لم يبلغه رضى الله تعالى عنه ذلك (الحديث الصحيح) كما قيل. فقال ما قال. وفي شرح الينبوع نقلا عن الشريف شمس الدين. الارموني انه قال في شرح فرائض الوسيط صح رجوع ابن عبّاس رضى الله تعالى عنه عن ذلك فصار اجماعا وعليه فيحتمل انه بلغه الحديث أو انه امعن النظر في الآية ففهم منها ما عليه الجمهور فرجع الى وفاقهم	شاید کہ ابن عبّاس رضی اللہ عنہ کو یہ صحیح حدیث نہیں پہنچی جیسا کہ ایک قول ہے لہٰذا اُنھوں نے وہ قول اختیار کیا۔ شرح ینبوع میں شریف شمس الدین الارمُونی سے منقول ہے کہ اُنھوں نے شرح فرائض وسیط میں فرمایا کہ ابن عبّاس رضی اللہ عنہ کا اس قول سے رجوع صحیح سند سے ثابت ہے تو یہ اجماع ہوگیا۔ بنا بریں احتمال ہے کہ ان کو حدیث پہنچ گئی یا یہ کہ اُنھوں نے آیت میں (مزید) غور کیا اور اس سے انھوں نے جمہور کے مسلک کو سمجھ لیا اور اُن کے ساتھ اتّفاق کرلیا۔

حاصل یہ ہے کہ اگرچہ غامدی صاحب نے حکم تو صحیح بتایا ہے لیکن اس کے لیے جو دلیل لائے ہیں وہ خود اُن کا دعوٰی بلا دلیل ہے اور فقہاء و مجتہدین اگرچہ وہ صحابہ و تابعین ہی ہوں ان پر طعنہ زنی کا موقع نکال لیا۔

جاوید صاحب کی تیسری غلطی اور اسکا جواب

اگلی بحث جو جاوید صاحب نے کی ہے وہ یہ ہے کہ تنہا لڑکیوں کی صُورت میں اُن کا حصّہ پُورے ترکے میں سے نہیں ہوگا بلکہ ذوی الفروض کا حصّہ نکالنے کے بعد باقی بچنے والے مال کا

نصف یا دو تہائی ہوگا۔ لکھتے ہیں۔

"کلام کا جو اسلوب یہاں اختیار کیا گیا ہے وہ عربی زبان ہی کے ساتھ خاص نہیں دُنیا کی ہر زبان میں عام ہے۔ ہم اس کو اپنی زبان کی ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ کوئی شخص اپنے کسی عزیز کو کوئی متعیّن رقم دیتے ہوئے کہتا ہے۔ یہ روپے بچّوں میں اس طرح تقسیم کر دیے جائیں کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہو۔ آپ کے ہاں لڑکیاں ہی ہوں تو ان کا حصّہ دو تہائی ہوگا اور آپ کے اَبّا اگر موجود ہوں تو آدھی رقم اُنہیں دے دیجیے گا۔" ان جملوں پر غور کیجیے ان سے قائل کا مقصد بالکل واضح ہے۔ جو شخص بھی زبان آشنا ہوگا۔ وہ ان سے یہی مطلب سمجھے گا کہ روپے درحقیقت بچّوں کے لیے دیے گئے ہیں۔ دینے والے نے اگر ان کے علاوہ کسی اور کو کچھ دینے کے لیے نہیں کہا ہے تو یہ رقم اس کی ہدایت کے مطابق تقسیم کر دی جائے گی اور اگر کسی کو کچھ دینے کی ہدایت کی ہے تو اس کا حصہ دینے کے بعد باقی روپیہ بہرحال ان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ وہ یہ بات بھی بغیر کسی تکلف کے سمجھ لے گا کہ لڑکیاں اگر اکیلی ہیں تو ان کو بھی والد کی موجودگی میں اس کا حصّہ دینے کے بعد باقی روپے کا دو تہائی ہی دیا جائے گا۔ اس کے سوا ان جملوں کا کوئی اور مفہوم کسی طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔ . . الخ ص ۴۱

غامدی صاحب قرآن کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ انھوں نے جو مثال بیان کی ہے اس کا ایک جملہ یُوں بنایا ہے۔ "آپ کے ہاں لڑکیاں ہی ہوں تو اُن کا حصّہ دو تہائی ہوگا۔" حالانکہ قرآن پاک میں اس کی تصریح ہے کہ ان کو کل ترکہ کا دو تہائی ملے گا۔ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ

لہٰذا غامدی صاحب کو مثال یُوں بنانی چاہیے تھی "کہ آپ کے ہاں لڑکیاں ہی ہوں تو اُن کا حصّہ کل مال کا دو تہائی ہوگا۔" غامدی صاحب اگر اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے تو جو نتیجہ انھوں نے اپنے من مانے ذریعے سے بلا تکلف نکال لیا ہے وہ ان کے لیے اتنا آسان نہ ہوتا اور کچھ نہیں تو وہ امام اللغۃ علاّمہ زمخشری کی کشاف ہی دیکھ لیتے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"والضمیر فی ترك للمیت لان الآیۃ لما کانت فی المیراث علم ان التارك هو المیت (ترک میں ضمیر میت کے لیے ہے۔ کیونکہ جب آیت میراث کے مسائل

بتانے کے لیے ہے تو معلوم ہُوا کہ مال چھوڑنے والے سے میّت مُراد ہے)۔ لہٰذا ثُلُثَا مَاتَرَكَ کا اس کے علاوہ اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ میّت نے جو کل ترکہ چھوڑا ہے اس کا دو تہائی لڑکیوں کے لیے ہوگا۔ اور خود غامدی صاحب نے مَاتَرَكَ کا ترجمہ یوں کیا ہے "ترکہ کا دو تہائی" جو ہمارے بیان کیے ہُوئے معنی کے صریح مطابق ہے۔

اب مثلاً میّت کے وارثوں میں ایک شوہر ہو والد اور والدہ ہوں اور دو بیٹیاں ہوں تو ترکہ میں شوہر کا چوتھائی حصّہ۔ والد اور والدہ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصّہ اور دو بیٹیوں کا دو تہائی حصّہ ہوگا۔ لہٰذا اگر ہم اصل مسئلہ بارہ $\frac{12}{}$ کو بتائیں تو شوہر کو تین والد اور والدہ کو دو دو اور دو بیٹیوں کو آٹھ حصّے ملیں گے۔ یہ سب ملا کر پندرہ حصّے بنتے ہیں۔ اب دُشواری یہ ہُوئی کہ بارہ میں سے پندرہ حصّے نہیں نکل سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دُشواری کا یہ حل نکالا کہ پندرہ ہی کو اصل مسئلہ بنا لو۔ اسی حل کو عول کا نام دیا گیا ہے اور یہ حل ریاضی کے قواعد کے عین موافق ہے۔ بعد کے فقہاء اور مجتہدین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسی حل کو اختیار کیا ہے۔

غامدی صاحب فقہاء پر طعنہ زنی کے خواہاں ہیں۔ مسئلہ عول کی مخالفت میں ان کو حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہاتھ آگیا اس لیے ان کی طبیعت خُوب کھل گئی اور خُوب دل کی بھڑاس نکالی۔ لکھتے ہیں۔

"کسی رقم میں سے دو تہائی اور نصف بیک وقت ادا کرنا کسی طرح ممکن نہیں تقسیم کی یہ صُورت اُنگلی اُٹھا کر بتا دیتی ہے کہ لڑکیوں کا یہ حصّہ بھی باقی روپے ہی میں سے دیا جائے گا۔ بڑا ظلم کرے گا وہ شخص جو ان جملوں کا یہ مطلب سمجھے کہ قائل نے لڑکیوں کو بہر حال پوری رقم کا دو تہائی دینے کے لیے کہا ہے۔ اور چونکہ اس ہدایت کے مطابق روپے کو تقسیم کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ذو اضعاف اقل نکال کر حصّوں میں ایک جیسی کمی کر دینی چاہیے۔ کلام کا یہ منشا اگر کوئی کہنے والے سے منسوب کرتا ہے تو اس سے اپنی سخن ناشناسی ہی کا ثبوت نہیں دیتا۔ قائل کے بارے میں بھی دوسروں کو یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ پہیلیوں کی زبان میں بات کرتا ہے۔ ص۴۹

آگے لکھتے ہیں

"فقیہانِ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ لڑکیوں کے حصے بہر صورت پورے ترکے میں سے دیے جائیں گے۔ ان حضرات کی یہی غلطی ہے جس کی وجہ سے انہیں عول کا وہ عجیب و غریب قاعدہ ایجاد کرنا پڑا ہے جس کو ماہرین فقہ و قانون کی بوالعجبیوں میں قیامت تک بلند ترین مقام حاصل رہے گا کسی شخص نے کبھی علمی دُنیا کے اعجوبوں کی تاریخ مرتّب کرنا شروع کی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے علمِ میراث کی یہ یادگار اس میں سر فہرست ہو گی"۔ ص۵۰

جیسا کہ ہم نے بتایا کہ جاوید صاحب نے فقہاء کے بارے میں اپنی عداوت کو اسلوب بیان کے پردے میں چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس پر ان کی اگلی عبارات بھی دلالت کرتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"حیرت ہوتی ہے کہ اسلوب بیان کی نزاکتوں کو سمجھنے اور آیات پر غور و تدبّر کرنے کے بجائے ان حضرات نے یہ چیستان اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا ہے اور اس کی دریافت کا سہرا حضرت عمرؓ کے سر باندھا ہے۔ اس پر اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے"۔ ص۵۰

تماشا یہ ہے کہ آپ جاوید صاحب کا پورا مضمون پڑھ جایئے کہیں اس اسلوب بیان کی تفصیل نہیں ملے گی۔ اسلوب بیان، بلاغت اور چند دیگر الفاظ کی تکرار اور لبید و اعشیٰ کا ذکر کر کے بعض عوام میں تو اپنی ادبیت اور قرآن فہمی کا تصوّر بٹھایا جا سکتا ہے، لیکن فنی طور پر گفتگو کرنے کے لیے تو محض اتنا کافی نہیں اس کے لیے تو دلائل و نظائر پیش کرنے ہوتے ہیں جن سے جاوید غامدی صاحب خود تہی دامن نظر آتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عافیت اسی میں جانی کہ اسلوب بیان اور بلاغت کو بھی تجریدی ABSTRACT آرٹ ہی کی ایک قسم بنا دیا جائے۔ اسی لیے فرماتے ہیں۔

"ہم نے اوپر اپنی تاویل کے جو دلائل دیے ہیں ان میں سے بیشتر کا تعلّق اصول بلاغت سے ہے اور بلاغت وہ چیز نہیں جسے اصول نحو اور قواعدِ ریاضی کی طرح دو اور دو چار کر کے بیان کیا جا سکے۔ اس کا تعلّق ذوق و وجدان سے ہے . . . فقروں کی عام نحوی تالیف سے

ہم اس کے مقصد و مدعا تک نہیں پہنچ سکتے، لیکن ایک ادب شناس اور صاحبِ ذوق سامع اس کلام کو سُن کر متکلم کے مافی الضمیر کو اس طرح پالیتا ہے کہ ع

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

تقسیم وراثت کی ان آیات کو میں جس طرح سمجھتا ہوں میں نے اُوپر بیان کر دیا ہے۔ میں جب ان آیات کو پڑھتا ہوں تو کلام کا یہ مفہوم[1] بغیر کسی تکلف کے میرے سامنے آجاتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ میں ان کو واضح کرنے سے قاصر رہا ہوں میں اپنے قلم کے عجز[2] کا اعتراف کرتا ہوں، لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ان آیات کو بار بار پڑھے گا یوصیکم اللہ فی اولادکم سے کلام کے آغاز کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ان کی تلاوت کرے گا۔ ولا بویہ میں حرف واوؔ اور فان کن نساء میں حرف ف کی دلالت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو اسے اس تاویل تک پہنچنے میں اُسے کوئی دقت نہیں ہوگی۔

نحو و بلاغت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ وجوہ اعراب کو ہم سمجھ لیتے ہیں اور بیان بھی کر سکتے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ اسالیب کی بہت سی ندرتوں کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مطالعہ ادب کا ذوق رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس میں وہ مقام بھی آتا ہے کہ جہاں ع

آدمی محسوس کر سکتا ہے کہہ سکتا نہیں" (ص۵۰ ص۵۱ میزان)

ہم کہتے ہیں کہ جاوید غامدی صاحب نے ان طول طویل عبارتوں کے ذریعے سے کم از کم قرآن پاک کے اس مقام کو ایک چیستان بنا کر رکھ دیا ہے کہ ان کا سا ذوق نہ رکھنے والے اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

---

[1] کلام کا مفہوم حقیقت میں یا تو وہ ہے جو جاوید صاحب نے سمجھا ہے یا وہ ہے جو فقہاء ذکر کرتے ہیں اسی کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس فیصلہ کا دارو مدار دلائل پر ہے نہ کہ محض کسی کے فہم پر۔ اور دلائل میں موازنہ کرنے سے جاوید صاحب کی غلطی ادنیٰ تامل سے عیاں ہو جاتی ہے۔

[2] خیال رہے کہ یہ قصور و عجز اس بناء پر نہیں ہے کہ جاوید صاحب اپنے اندر کوئی کمی پاتے ہیں بلکہ اس کا ذمہ دار بھی انھوں نے اسالیب کلام کو ٹھہرایا ہے لکھتے ہیں کہ "اسالیب کی بہت سی ندرتوں کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا"۔

الحاصل جب باپ کی موجودگی میں بھی دو اور زائد لڑکیوں کو کل ترکہ کا دو تہائی ملنا قرآن پاک سے عبارت النص کے طور پر ثابت ہے تو جاوید صاحب کی یہ بات بھی کتنی عجیب اور بنا رفاسد علی الفاسد ہے کہ "غور کیجیے تو اس حدیث سے یہ دعوٰی کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ اکیلی لڑکیوں کو بہرحال پورے ترکے کا دو تہائی دیا جائے گا۔"

جاوید صاحب کے اس اعتراض کو ہم تفصیلاً ذکر کر رہے ہیں اور اس میں جاوید صاحب کی غلطی کے منشا پر دوبارہ تنبیہ کردیں گے۔ جاوید صاحب لکھتے ہیں۔

"ہمارے فقہاء اس باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث بالعموم نقل کرتے ہیں[1] ابوداؤد نے کتاب الفرائض میں جابر بن عبداللہؓ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتّى جئنا امرأة من الانصار في الاسواق فجاءت المرأة بابنتين لها فقالت يا رسول الله هاتان بنتا ثابت بن قيس قتل معك يوم احد و قد استفاء عمهما مالهما و ميراثهما كله فلم يدع مالا الا اخذه فما ترى يارسول الله؟ فوالله لا تنكحان ابدا الا ولهما مال - فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقضي الله في ذلك قال و نزلت سورة النساء يوصيكم الله في اولادكم

جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو بازار میں ایک انصاری خاتون سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ دو بچیاں بھی تھیں۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ ثابت بن قیسؓ کی بیٹیاں ہیں جو احد کے دن آپ کی معیت میں لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ان کے چچا نے اُن کا سارا مال لے لیا۔ اس نے ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ تو اے اللہ کے رسول اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ بخدا ان کے پاس مال نہ ہوا تو ان کے نکاح کبھی نہیں ہوسکیں گے۔ حضور نے فرمایا اللہ اس باب میں فیصلہ کریں گے۔ جابر بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد سورہ نساء کی آیت

الآیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ادعوالی المرأۃ وصاحبھا فقال لعمھما اعطھما الثلثین واعط امھا الثمن وما بقی فلک۔

میراث نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس عورت اور لڑکیوں کے چچا کو بلایا اور اُن کے چچا سے کہا ان دونوں کو دو ثلث اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو۔ اس کے بعد جو کچھ بچے وہ تمہارا ہے۔

غور کیجیے تو اس حدیث سے یہ دعوٰی کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ اکیلی لڑکیوں کو بہرحال پورے ترکے کا دو تہائی دیا جائے گا۔ کسی کلام کا مفہوم متعین کرنے میں اس کا سیاق اور قائل کا لب و لہجہ دلیل فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس حدیث کا اسلوب ملحوظ رہے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم یہاں مرنے والی بیوی اور اس کی لڑکیوں میں ترکے کی تقسیم کا طریقہ بیان نہیں فرما رہے ہیں۔ لب و لہجے ہی سے واضح ہے کہ آپ درحقیقت لڑکیوں کے چچا سے ان کا اور ان کی ماں کا وہ حصّہ دلوا رہے ہیں جو قرآن مجید نے متعین فرمایا ہے۔ قرآن مجید کا منشا ہم اُوپر دلائل کے ساتھ واضح کر چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس حدیث میں الثلثان اور الثمن دونوں پر لام عہد کا ہے۔ قرآن مجید نے تقسیم وراثت کے جو اُصول بیان کیے ہیں۔ ان کو ذہن میں رکھتے ہوئے آپ نے لڑکیوں کے چچا کو ہدایت فرمائی کہ لڑکیوں کا ان کا مخصوص دو ثلث اور ان کی ماں کو اس کے لیے مخصوص آٹھواں حصّہ دے دو۔ اس کے بعد جو کچھ بچے وہ تم لے سکتے ہو۔ اس اسلوب میں یہ مضمر ہے کہ مرنے والے کی بیوی اور اس کی لڑکیوں کے یہ حصّے قرآن کے احکام کے مطابق دیے جائیں۔" (میزان ص۵۱ تا ص۵۳)

فقہاء پر جاوید صاحب کے اس اعتراض کا جواب تو اگرچہ پہلے ہی واضح ہو چکا ہے لیکن ہم ایک مرتبہ پھر اس پر تنبیہ کیے دیتے ہیں۔ جب قرآن پاک ہی میں یہ ہے۔

فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک

پھر اگر اولاد میں لڑکیاں ہی ہوں اور وہ دو سے زیادہ ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے۔ (میزان ص۴۴)

یعنی دو اور دو سے زائد لڑکیوں کے لیے ترکہ کا دو تہائی ہے۔ اس مضمون کو خواہ عربی میں

ذکر کیجیے کہ ثلثا ما ترک یا اردو میں یوں کہیے کہ "ترکے کا دو تہائی" یہ الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ لڑکیوں کو کل ترکہ کا دو تہائی دینا مراد ہے اور اس مضمون کو خواہ کسی بھی اسلوب سے بیان کیجیے اس معنی میں قطعاً تغیر نہیں آئے گا۔ تو جب قرآن پاک ہی کی رو سے دو اور زائد لڑکیوں کے لیے کل ترکہ کا دو تہائی ہے۔ یعنی ما ترک کا دو تہائی ہے ما بقی (بقیہ ترکہ) کا دو تہائی نہیں تو حدیث میں لام عہد کے ہونے ہی کی صورت میں الثلثین سے مراد مخصوص دو ثلث یعنی ما ترک (جو کہ کل ترکہ ہے) کا دو ثلث ہے اور الثمن سے مراد مخصوص آٹھواں حصہ یعنی کل ترکہ کا آٹھواں حصہ مراد ہے اور فقہاء بھی یہی کہتے ہیں۔

بقیہ: سیدنا عمرؓ کا قبولِ اسلام

بھنک اُن کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ عمرؓ جیسے مکان میں داخل ہوئے، پُوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن اور بہنوئی نے بات کو ٹالنا چاہا۔ لہٰذا کچھ خاموش رہے۔ عمرؓ نے اسی تیزی میں کہا: "میں نے سُنا ہے کہ تم دونوں صابی (بے دین) ہو گئے ہو" بہنوئی سعید بن زیدؓ نے کہا: "عمر! اگر تمہارا دین حق نہ ہو بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا دین حق ہو تو بتلاؤ کیا کرنا چاہیے؟ بہنوئی کے اس جواب نے عمرؓ کے غصّہ کو اور تیز کر دیا اور وہ ان پر پل پڑے۔ بہن شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو عمرؓ نے ان کو اس قدر مارا کہ چہرہ خُون سے تر بتر ہو گیا۔ اب بہن کو بھی جوش آگیا۔ آخر وہ بھی عمرؓ کی بہن تھیں۔ بولیں: "اے خطاب کے بیٹے! تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لے ہم تو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دین کو قبول کر چکے ہیں۔

اے اللہ کے دشمن! تو ہمیں اس لیے مارتا ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں۔ خُوب جان لے ہم اسلام کے حلقہ میں داخل ہو چکے ہیں اگرچہ تیری ناک خاک آلود ہو"

بہن کا یہ جوش سے بھرا ہوا جواب سُن کر عمرؓ کچھ پسیجے اور غُصّے میں کچھ ٹھنڈک پیدا ہوئی اور شرم آگین لہجے میں کہا: "مجھے دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے ہو" بہن نے کہا: تم ناپاک ہو اور قرآن حکیم کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ جاؤ وضو کر کے آؤ"

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

"فیصلہ ہفت مسئلہ"

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مُرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر سات متنازع مسائل سے متعلق ایک رسالہ بنام "فیصلہ ہفت مسئلہ" تحریر فرمایا تھا اور اُسے حضرت حاجی صاحب رحؒ کی طرف منسوب کیا تھا۔ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد دوطرح کے لوگ ہوگئے ایک وہ جو اس کی موافقت میں پیش پیش تھے نہ صرف موافقت بلکہ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو شدو مد سے اس کی مخالفت کرتے تھے۔ ان حالات کے پیشِ نظر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اصل صُورتِ حال کی وضاحت فرمائی اور اس سے متعلق "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے ساتھ دو ضمیمے شائع فرمائے ان ضمیموں کے ساتھ ایک سچّا خواب بھی ذکر فرمایا جس سے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کی حیثیّت بھی متعیّن ہو جاتی ہے اور اس میں ذکر کہ وہ مسائل کی بابت صحیح موقف بھی واضح ہوجاتا ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب اور سچّا خواب ہے اِن صفحات میں ہم یہ خواب قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ موجودہ حالات میں اس سے صحیح رہنمائی حاصل کی جاسکے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ دونوں ضمیمے تو قواعدِ شرعیہ پر مبنی ہیں اب ان کی ایک تائید ایک

رؤیائے صالحہ سے جس کا لقب حدیث میں مُبَشِّرْ آیا ہے نقل کی جاتی ہے صاحبِ رؤیا جناب مولانا حافظ محمدؐ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا محمدؐ قاسم صاحب قدس سرہ ہیں اور صاحبِ روایت اُن کے خلف الصدق مولوی حافظ قاری محمد طیّب صاحب مہتمم حال مدرسہ موصوفہ ہیں۔ وھی ھذہ بعین عبارۃ الراوی وھی رؤیا عجیبۃ مشتملۃ علی حقائق غریبۃ" (نحمدہ ونصلی)

احقر نے اپنے حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذیل کا واقعہ سُنا ہے فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ چھپا اور اُس کی نسبت حضرت مرشدِ عالم حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کی طرف تھی اس لیے ہم لوگوں کو سخت ضِیْق پیش آئی۔ موافقت کر نہیں سکتے تھے، اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حیرانی تھی۔ اسی دوران میں مَیں نے (حضرت والد صاحبؒ نے) خواب دیکھا کہ ایک بڑا دیوان خانہ ہے اور اس میں حضرت حاجی صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں مَیں بھی حاضر ہوں اور ہفت مسئلہ کا تذکرہ ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھائی علماء اس میں تشدّد کیوں کر رہے ہیں۔ گنجائش تو ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت گنجائش نہیں ہے۔ ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی۔ ارشاد فرمایا کہ یہ تو تشدّد معلوم ہوتا ہے۔ مَیں نے پھر بہت ہی ادب سے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں دُرست ہے مگر حضراتِ فقہاء تو اس کے خلاف ہی کہتے ہیں۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں مَیں رَدّ و قدح بھی کر رہا ہوں، لیکن حضرت کی عظمت میں ایک رتی برابر فرق نہیں دیکھتا تھا۔ اسی رَدّ و قدح میں آخر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بات مختصر کرو اگر خود صاحبِ شریعت فیصلہ فرما دیں پھر؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت اُس کے بعد کس کی مجال ہے کہ خلاف چل سکے۔ فرمایا کہ اچھا

انشاء اللہ اسی جگہ خود حضرت صاحبِ شریعت ہی ہمارے تمہارے درمیان میں فیصلہ فرمادیں گے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اس بات سے مجھے بغایت مسرّت ہو رہی ہے کہ آج الحمد للہ حضرت صاحب شریعت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوگی اور اسی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور زیادہ قلب میں بڑھ گئی کہ حق تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے معاملات میں براہِ راست حضور کی طرف رجوع بھی کر سکتے ہیں اور حضور کو اپنے یہاں بُلا بھی سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ لو تیار ہو بیٹھو حضور تشریف لا رہے ہیں اتنے میں میں نے دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے سے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہُوا۔ قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجمع ہے حضور کی شان ہے کہ حلیہ مُبارک ہو بہو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ نینو کا کرتہ باریک بلا کسی بنیائن وغیرہ زیب تن ہے جس میں سے بدن مُبارک چمک رہا ہے گویا شعاعیں سی پھُوٹ رہی ہیں سر مُبارک پر ٹوپی پنج کلیہ ہے جو سر پر کانوں تک منڈھی ہُوئی ہے اور چہرۂ انور نہایت مُشرق اور اس قدر چمک رہا ہے جیسے چمکتا ہُوا کندن سونا ہوتا ہے حضور جب دیوان خانہ میں داخل ہُوئے تو حضرت حاجی صاحب سروقد ایک کونہ میں اَدب سے جا کھڑے ہُوئے اور میں ایک دوسرے مقابل کے کونہ میں اَدب و ہیبت سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور کنارہ کاٹ کر میری طرف تشریف لائے اور بالکل میرے قریب پہنچ کر میرے کندھے پر دستِ مُبارک رکھا اور زور سے فرمایا کہ حاجی صاحب یہ لڑکا جو کچھ کہہ رہا ہے دُرست کہہ رہا ہے اس پر میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور ساتھ ہی حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی کہ ہمارے بزرگوں کو اللہ نے کیا رتبہ عطا فرمایا ہے کہ حضور

کس بے تکلّفی سے تشریف لائے اور کس بے تکلّفی اور عنایت سے اُنہیں مخاطب فرماتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب کی حالت یہ ارشاد مبارک سُن کر یہ ہوئی کہ بجاؤ دُرست، بجاؤ دُرست کہتے کہتے جھکتے ہیں اور اپنے قدموں کے قریب تر سر لے جا کر پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں اور پھر بجاؤ دُرست بجاؤ دُرست کہتے کہتے اُسی طرح جھکتے ہیں اور پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔

سات مرتبہ اسی طرح حضرت حاجی صاحب نے کیا اور مجلس پر سکوت کا عالم ہے سارا مجمع کھڑا ہوا ہے کہ حضور ہی خود کھڑے ہوتے ہیں جب یہ سب کچھ ہو چکا تو والد صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور کی یہ شفقت و عنایت دیکھ کر جُرأت کی اور عرض کیا کہ حضور حدیثوں میں جو حُلیہ مُبارک ہم نے پڑھا ہے اس وقت کا حلیۂ مُبارک تو اُس کے خلاف ہے۔ یہ تو حضرت گنگوہی کا حُلیہ ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اصل حُلیہ ہمارا وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے لیکن اس وقت ہم نے مولانا گنگوہی کا حُلیہ اس لیے اختیار کیا کہ تمہیں اُن سے محبّت و مناسبت ہے۔ اس جواب پر مجھے حضرت گنگوہی سے اور زیادہ محبّت و عقیدت بڑھ گئی اور اپنے اکابر کے درجاتِ قُرب واضح ہُوئے چند منٹ پھر سکوت رہا اور حضرت حاجی صاحب غایتِ ادب و تعظیم سے سر جُھکائے ہُوئے کھڑے ہوئے تھے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب اب ہمیں اجازت ہے؟ حاجی صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ جو مرضئ مُبارک ہو۔ بس حضور مع سارے مجمع کے اُسی راہ سے تشریف لے گئے جس راستے سے تشریف لائے تھے اور میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب مَیں نے (والد صاحب نے) حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا۔ معلوم ہُوا کہ حضرت پر اس خواب سے ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہُوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لیے دستاویز ہو جائے"۔ احقر محمّد طیّب غفرلہٗ[1]

---

[1] اشرف السوانح ج ۳ ص ۳۵۷

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : انوار البیان فی کشف اسرار القرآن (اردو چھ جلد)

تصنیف : حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری دامت برکاتہم

صفحات : تقریبا ۳۱۷۲

سائز : ۲۰×۳۰/۸

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت : فی جلد/۲۵۵

حضرت مولانا عاشق الٰہی دامت برکاتہم کی شخصیّت محتاجِ تعارف نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف و تالیف کا ایک خاص ذوق عطا فرمایا ہے اور آپ کے قلم میں ایسی برکت رکھی ہے جس سے ہر ایک مستفید ہوتا ہے۔ آپ کا انداز انتہائی سادہ اور ناصحانہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آپ کی باتیں دل میں اُترتی جاتی ہیں۔ آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے متعدّد کُتب نکل کر علماء و عوام میں قبولیت حاصل کر چکی ہیں حال ہی میں آپ نے "انوار البیان فی کشف اسرار القرآن" کے نام سے قرآن مجید کی نہایت آسان انداز میں تفسیر لکھی ہے، یہی تفسیر اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے۔ حضرت مولانا نے تفسیر کے شروع میں تفسیر لکھنے کا سبب تفسیر کا انداز اس کی خصوصیات اور یہ کہ یہ کن لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہے۔ یہ تمام باتیں خود ہی بیان فرمادی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی تحریر کو یہاں درج کر دیا جائے۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"۱۳۷۴ھ یا ۱۳۷۵ھ کی بات ہے کہ راقم الحروف کلکتہ میں مقیم تھا۔ وہاں میعادی بخار میں مبتلا ہوگیا اور شدّتِ تکلیف کے باعث ایک رات ایسی گزری کہ صُبح تک زندہ رہ جانے کی اُمّید نہ تھی، مَیں نے

اللہ جل شانہ، سے ناز کے انداز میں عرض کر دیا کہ اے اللہ! مَیں ابھی سے مَر رہا ہوں، حالانکہ مَیں نے ابھی تفسیر بھی نہیں لکھی، اللہ جل شانہ، کا فضل ہُوا کہ مَیں اچھّا ہوگیا اور اس کے بعد سے کبھی شدید بیماری میں بھی مُبتلا نہیں ہُوا، لیکن تدریسی مشاغل کے باعث اور دوسری چھوٹی موٹی تالیفات میں لگنے کی وجہ سے تفسیر لکھنے کا موقع نہیں آیا، اب جبکہ عمر ستّر سال کے قریب پہنچ گئی تو موت کا ڈر لاحق ہُوا، اور ساتھ یہ فکر بھی دامنگیر ہُوئی کہ تفسیر لکھنے کا وعدہ جو اللہ جل شانہ سے کیا تھا وہ پُورا کرنا چاہیے، تفسیر لکھنا شروع کر دیا، مجھے بھی زیادہ نہیں ہے جگہ جگہ مشکلات پیش آئیں، اللہ جل شانہ، سے دُعائیں کیں، مشکلات حل ہوتی گئیں اور برابر شرحِ صدر ہوتا گیا، اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اُردو میں اکابر کی متعدّد تفسیریں موجود ہیں تجھے نئی تفسیر لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو مَیں اُس کا جواب دینے سے قاصر ہُوں۔ البتّہ مجھے اپنے طور پر اس بات کی خوشی ہے کہ میری عمر کے آخری چند سال قرآن کریم کی خدمت میں خرچ ہوگئے۔ عام فہم اُردو زبان میں شرح اور بسط کے ساتھ قرآن مجید کے معانی اور مطالب بیان کر دیے ہیں اور ساتھ ہی مسلمانوں کو جگہ جگہ جھنجھوڑا بھی ہے کہ قرآن مجید کا تم سے کیا مطالبہ ہے اور تمہاری اجتماعی و انفرادی زندگی کس رُخ پر ہے، کوشش کی ہے کہ تفسیر و حدیث کے اصل مآخذ کی طرف رجوع کیا جائے اور تفسیر القرآن بالحدیث کو اختیار کیا جائے، یہ تفسیر انشاء اللہ تعالیٰ ہر طبقہ کے مُسلمانوں کے لیے مفید ہوگی، لیکن خصوصیّت کے ساتھ ترجمہ اور تفسیر پڑھنے والے طلبہ کی زیادہ رعایت کی گئی ہے۔ سببِ نزول لکھنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ تحت اللفظ ہو اور بامحاورہ بھی، میری کوشش انشاء تعالیٰ کامیاب ہے۔ اللہ جل شانہ، سے اُمّید کرتا ہوں کہ اس تفسیر کو شرفِ قبولیت بخشے گا، اور اپنے بندوں میں بھی قبولیت عامہ عطا فرمائے گا۔"[1]

پہلی جلد میں سورۃ فاتحہ سورۃ بقرہ دوسری جلد میں سورۃ آلِ عمران سورۃ نسا، تیسری جلد میں میں سورۃ مائدہ سورۃ انعام، سورۃ اعراف نصف اوّل چوتھی جلد میں سورۃ اعراف نصف ثانی، سورۃ انفال، سورۃ توبہ، سورۃ یونس، سورۃ ہود پانچویں جلد میں سورۃ یُوسف سورۃ رعد، سورۃ

---

[1] تفسیر انوار البیان ج ص ۱۹

ابراہیم، سورۃ الحجر، سورۃ النحل، سورۃ الاسراء، سورۃ الکہف، چھٹی جلد میں سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ، سورۃ الانبیاء، سورۃ الحج، سورۃ النور، سورۃ فرقان، سورۃ شعراء اور سورۃ النمل کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ اس طرح چھ جلدوں میں ۱۹ سپاروں کی تفسیر آگئی ہے، تفسیر کا انداز زمانہ حال کے مطابق نہایت آسان اور اسلاف کی تفسیروں کے عین مطابق ہے، مولانا نے تفسیر میں کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ آیت کریمہ اور احادیث مُبارکہ پیش فرمائیں اس کوشش میں آپ کامیاب رہے ہیں آپ کی یہ تفسیر علماء طلباء اور عوام سب کے لیے مفید ہے۔ کتابت وطباعت نہایت عمدہ ہے لیمینیشن جلد ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس عظیم کوشش کو قبول و منظور فرمائے اور خُدا کرے یہ تفسیر پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ مولانا محمدؐ اسحاق صاحب کو اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ جن کی دلچسپی اور کوشش سے یہ تفسیر منظرِ عام پر آسکی۔ قارئین اس تفسیر سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

○

نام کتاب : خطبات احتشام (ج ۳)
افادات : حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رح
مرتّب : حافظ محمدؐ اکبر شاہ بخاری
صفحات : ۲۹۶
سائز : ۳۶×۲۳/۱۶
ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
قیمت : ۱۳۵/-

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے خطبات کی جلد اوّل اور دوم پر ہماری طرف سے تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب مولانا مرحوم کے خطبات کی تیسری جلد ہے اس جلد میں مختلف انواع پر مشتمل سولہ خطبات شامل ہیں۔

کتاب کے شروع میں فہرست کے اندر" مولانا احتشام الحق کی رباعیات ص۲۹۶" درج ہے لیکن ص۲۹۶ پر مولانا کی رباعیات ذکر نہیں کی گئیں۔

حسبِ سابق کتابت وطباعت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

نام کتاب : ہندوستانی مسلمان

تصنیف : مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم

صفحات : ۲۴۶

سائز : $\frac{۳۶\times۲۳}{۱۶}$

ناشر مجلس نشریات اسلام کراچی

قیمت : درج نہیں

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی شخصیّت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ اپنی علمی و دینی نیز تصنیفی و تالیفی خدمات کے حوالہ سے دُنیا بھر میں معروف ہیں، متعدّد کُتب آپ کے قلم حقیقت رقم سے نکل کر قبولیّت عامہ حاصل کر چکی ہیں، آپ کو اُردو سے زیادہ عربی میں لکھنے کی مہارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب دُنیا میں آپ کی کتابیں مقبول و معروف ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب "ہندوستانی مسلمان" دراصل آپ کی چند تقریریں ہیں جو آپ نے آج سے تقریباً سینتالیس اڑتالیس برس پہلے آل انڈیا ریڈیو کی فرمائش پر عربی زبان میں کی تھیں۔ بعد میں انہیں افادیّت کے پیشِ نظر اضافوں کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اسی عربی کتاب کو ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اُستاذ مولانا محمود الحسن صاحب نے حضرت مصنّف کی فرمائش پر عربی سے اُردو میں منتقل کیا۔ اسی کتاب کا عکس لے کر پاکستان میں مجلسِ نشریاتِ اسلام کراچی نے اسے طبع کیا ہے۔ اس کتاب میں برِّ صغیر پاک و ہند کی تہذیب و تمدّن کی تشکیل اور ملک کی تعمیر و ترقّی میں مسلمانوں کا حصّہ، ان کے علمی، دینی و سیاسی کارنامے اُن کی شخصیّت و خصوصیات اور آن کے موجودہ مسائل و مشکلات سے بحث کی گئی ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ ہے۔ لیمینیشن جلد ہے۔

○

نام کتاب : تحدیث نعمت (آپ بیتی)

افادات : حضرت مولانا محمدؒ منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتّب : مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نعمانی

صفحات : ۳۵۲

سائز : ۳۶×۲۳/۱۶

ناشر : قریشی پبلشرز ۔ ۱۰۔ الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

قیمت : ۷۵/-

حضرت مولانا محمدؒ منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اُن بزرگوں میں سے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ بیک وقت محدّث بھی تھے۔ مفسّر بھی تھے۔ اُصولی بھی تھے، فقیہ بھی تھے۔ متکلم و مناظر بھی تھے، اور واعظ و خطیب بھی تھے، بہترین مصنّف بھی تھے کامیاب صحافی بھی تھے، داعی الی اللہ بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے۔

ایک زمانہ تھا کہ پاک و ہند میں آپ کا طوطی بولتا تھا۔ اور آپ کی تحریر و تقریر سے باطل کے ایوان لرزتے رہتے تھے، بایں ہمہ تواضع و انکساری اور خوف و خشیت آپ کے امتیازی اوصاف تھے۔

راقم الحروف ۱۹۸۵ء میں ہندوستان گیا تو بغرضِ ملاقات لکھنؤ درِ دولت پر حاضر ہوا بے وقت آنے کے باوجود باریابی سے مرحمت فرمایا ڈیڑھ دو گھنٹہ تک مسلسل زندگی کے حالات و واقعات اور نشیب و فراز ذکر فرماتے رہے۔ آخر میں روتے ہوئے بار بار فرمایا " میرے حسنِ خاتمہ کی دُعا کرنا " اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمنّا پُوری فرمائی اور آپ کو حسنِ خاتمہ نصیب ہوا۔ اُمّید ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مساعی جلیلہ کو قبول فرمالیا ہوگا اور اپنے فضل و کرم سے درجاتِ عالیہ بھی عطا فرمائے ہوں گے۔

مولانا نعمانی مرحوم کی تصنیفی خدمات میں سے ایک اہم خدمت ماہنامہ رسالہ الفرقان کا اجراء ہے جو ۱۹۳۵ء سے لے کر تا حال (۱۹۹۸ء) بڑی پابندی و پامردی کے ساتھ جاری و ساری ہے اس رسالہ میں آپ مختلف عنوانات سے متعلّق نہایت وقیع مضامین شائع فرماتے تھے۔ اُنہی مضامین میں سے ایک سلسلۂ مضامین " تحدیثِ نعمت " کے عنوان سے شروع فرمایا تھا، زیرِ تبصرہ کتاب کچھ اضافہ کے ساتھ اُنہی مضامین کا مجموعہ ہے۔ کتاب دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصّہ پیدائش، تعلیم، درس و تدریس احقاقِ حق و اِبطالِ باطل اور آپ کی دینی ملّی اور تصنیفی خدمات پر مشتمل ہے جو اکثر آپ کے صاحبزادہ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب کے قلم سے ہے۔ دوسرا حصّہ ان شخصیّات کے تذکرہ پر مشتمل ہے جن کو مولانا نعمانی مرحوم نے پایا اور جن سے حسنِ عقیدت کے ساتھ اُن کی وہ شفقتیں اور عنایتیں بھی آپ کے حصّہ میں آئیں جنہیں آپ نے اللہ کی خاص الخاص نعمتیں جانا۔

یہ حصّہ تمام تر مولانا نعمانی مرحوم کا تحریر کردہ ہے۔ کتاب کے دونوں حصّے نہایت دلچسپ ہیں شروع کر کے جب تک ختم نہ کرلیں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

پہلے یہ کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی تھی۔ اسی کا عکس لے کر پاکستان میں قریشی پبلشرز کی طرف سے شائع کی گئی ہے، کتابت وطباعت نہایت عمدہ ہے۔ خوب صُورت لیمینیشن جلد ہے قیمت مناسب ہے۔ قارئین ضرور اس سے استفادہ فرمائیں۔

○

نام کتاب : پاکستان میں بائبل کی بطورِ نصابِ تعلیم تدریس
تصنیف : محقق عیسائیت محمد اسلم رانا
صفحات : ۸۰
ناشر : مکتبہ مرکز تحقیق عیسائیت ملک پارک شاہدرہ لاہور۔
قیمت : مع ڈاک خرچ ۲۵/-

محقق عیسائیت محمد اسلم رانا صاحب ایڈیٹر ماہنامہ "المذاہب" کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ وہ موجودہ دَور میں اہلِ باطل بالخصوص عیسائیت کے خلاف تحریرًا و تقریرًا بڑی وقیع خدمات انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دینِ متین کی توفیق عطا فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت ایک ایسا ناسور ہے جو شروع دن سے ہی اسلام اور اہلِ اسلام کے درپئے آزار ہے۔ عیسائی اپنے اُصول "لڑاؤ اور حکومت کرو" نیز "اس قدر جھوٹ بولو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں" پر سختی سے کاربند ہیں، باوجود یکہ ان لوگوں کو پاکستان میں سب سے زیادہ اقلیتی حقوق حاصل ہیں اور یہ لوگ آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کے پرچار میں مصروف ہیں، لیکن ہر وقت اُن کا رونا لگا رہتا ہے اور ہر وقت نت نئے مطالبے کیے جاتے ہیں ایک مطالبہ ان لوگوں کا یہ بھی ہے کہ "بائبل بطور نصابِ تعلیم شامل درس کی جائے"۔ یہ مطالبہ نہ صرف یہ کہ اکثریت کے ساتھ کھلا مذاق ہے بلکہ آئینِ پاکستان سے بغاوت بھی ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں محترم رانا صاحب نے اس بات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ بائبل کا بطورِ نصابِ تعلیم شامل درس کیا جانا کسی طرح بھی درست نہیں، رانا صاحب کی یہ کاوش قابلِ صد ستائش ہے، اہلِ اسلام کو رانا صاحب کی خدمات کی ضرور قدر کرنی چاہیے اور ان سے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح تعاون کرنا چاہیے۔

(ن - د)